﴿تعلیم الایمان﴾

فرشتوں اور وحی پر ایمان میں شعور کیسے دیں؟

مصنف

عبد اللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری

(استاذ حدیث وفقہ دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد)

ناشر

عظیم بک ڈپو، دیوبند، یوپی

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کی چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ فرشتوں اور وحی پر ایمان میں شعور کیسے دیں؟

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری

سنہ طباعت:۔ ڈسمبر ۲۰۱۶ء مطابق ۱۴۳۷ھ

تعداد اشاعت:۔ پانچ سو(500)

کمپیوٹر کتابت:۔ محمد کلیم الدین سلمان قاسمی، حیدرآباد۔9963770669

قیمت:۔

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

☆☆ ملنے کے پتے ☆☆

☆ آفس میٹ اسٹیشنری، روبرو مہدی فنکشن ہال،

لکڑی کاپل، حیدرآباد۔9391399079

☆ مکتبہ کلیمیہ، رحمٰن کامپلکس،

یوسفین چوراہا، ناملی، حیدرآباد۔9885655501

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم o

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ (مشکوٰۃ)

ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔

فرشتوں اور وحی پر ایمان میں شعور کیسے دیں؟

فرشتوں اور کتابوں (وحی الٰہی) پر ایمان میں یقین پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلے بچہ کو یہ مختصر بات وحی الٰہی کے بارے میں سمجھا کر ایمان بالکتب کا اقرار کرایئے تا کہ وہ شعور کے ساتھ آسمانی کتابوں کی حقیقت جان کر اقرار کر سکے، یہ سوالات تعلیم الایمان کے حصہ ''وحی یا مذہب کی ضرورت کیوں ہے؟'' سے مواد لیکر تیار کئے گئے ہیں تا کہ بچہ تھوڑا تھوڑا سمجھ کر اپنی عقل میں بٹھا سکے، وحی الٰہی پر ایمان لانے کے پورے مضمون کو ایک ساتھ سمجھانے سے بچہ نہ سمجھ سکے گا اور نہ یاد رکھ سکے گا۔

☆☆☆☆☆

فرشتوں پر ایمان

وَمَن يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلاَئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً بَعِيْداًo ﴿النساء:١٣٦﴾

اور جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت سے کفر کیا وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔

فرشتوں پر ایمان لانا ایمان کا لازمی جزو ہے:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خاص طور پر یہ تاکید کی کہ دوسری مخلوقات کی طرح فرشتوں کو بھی بحیثیت مخلوق کے ایمان لاؤ اور ان پر ایمان لانا لازم رکھا، ان کے وجود کو انسان عقلی طور پر نہیں سمجھ سکتا، وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے، غیب کی چیزوں پر ایمان لانے میں ان پر بھی بحیثیت اللہ کی مخلوق کے ایمان لانا ایمان کا ایک حصہ ہے۔

دنیا میں انسان کو بہت ساری چیزیں نظر نہیں آتیں، مگر پھر بھی وہ ان کو مانتا ہے، مثلاً خود انسان کی روح اور اس کے جسم میں اور ہوا میں رہنے والے جراثیم انسان کو نظر نہیں آتے؛ تو ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح کائنات میں فرشتے انسان کو اس کی سر کی آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتے تو ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

البتہ بعض بعض حالات میں وہ انسانی صورتوں میں نظر آجاتے ہیں، حدیث جبریلؑ میں حضرت جبرئیلؑ کو اللہ نے انسانی صورت میں بھیج کر سوال کروایا تھا کہ ایمان، اسلام اور احسان کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایمان، اسلام اور احسان کے تمام اجزاء بیان فرمائے اور جبرئیلؑ کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے جبرئیلؑ کو تمہیں تمہارا دین سمجھانے کے لئے بھیجا تھا، (مسلم) اگر کوئی فرشتوں پر ایمان نہ لائے یا ان کو مخلوق نہ مانے یا ان کے وجود کا انکار کرے تو وہ کافر ہوجاتا ہے، ایمان سے خارج ہوجاتا ہے، ایمان کے لئے یہ لازمی اور ضروری ہے کہ جس طرح اللہ پر ایمان اور رسول پر ایمان لازمی

اور ضروری ہے، اسی طرح کتاب پر ایمان اور فرشتوں پر ایمان لازمی اور ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور نبیوں کے درمیان فرشتے ہی واسطے ہیں، ان پر ایمان لائے بغیر وحی کا اقرار مشکل ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو نظر نہیں آتا، وہ اپنی مرضیات سے مخلوق کو اسی واسطے سے آگاہ کرتا ہے، یہ نورانی مخلوق اللہ سے براہِ راست وحی اخذ کرسکتی ہے، یہ اپنی روحانیت اور لطافت کی وجہ سے ایک طرف اللہ سے قریب ہیں اور دوسری طرف مخلوق سے، اگر کوئی ان کا انکار کرے تو وحی الٰہی کے آنے کا انکار کردے گا، دنیا کی زندگی صحیح طریقہ سے گذارنے، اللہ کے احکام ومرضیات کا معلوم کرنا انسان کے لئے ضروری ہے، وہ ذریعہ اللہ اور بندے کے درمیان فرشتے ہی ہیں، ان پر ایمان لانے سے انسان گویا یہ تسلیم کرلیتا ہے کہ جو باتیں قرآن وحدیث کے ذریعہ انہیں ملی ہیں وہ فرشتوں کے ذریعہ وحی کی گئی ہیں، اگر فرشتوں کا انکار ہوگا تو ایمان بالکتب مشکوک اور کمزور ہو جائے گا۔

مشرکین فرشتوں کے تعلق سے گمراہ عقائد رکھتے ہیں:

دنیا کی گمراہ قومیں فرشتوں کے ساتھ غلط تصورات رکھتی ہیں، کسی زمانہ میں مشرکین مکہ ان کو اللہ کی بیٹیاں تصور کرتے تھے اور ان کو اللہ کے پاس سفارش کرنے والے سمجھتے تھے، موجودہ زمانہ کے مشرک انسان ان کو دیوی دیوتا مانتے ہیں، اور ان کی خیالی مورتیاں اپنے ذہن سے بنالئے، ان کو بھی اللہ کی طرح اختیارات رکھنے، مدد کرنے اور دنیا کے کاروبار چلانے والے سمجھتے ہیں، کوئی ان کو چھوٹے چھوٹے خداؤں کا درجہ دیتے ہیں اور ان کو خوش کرنے اور ناراضگی سے بچنے کے لئے ان کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں، کسی نے خیالی شکل وصورت بنا کر سوسو سر کا انسان جس کے ہر منہ اور کان سے آگ نکلنے والا بنالیا، کسی نے سوسو ہاتھ، ڈراؤنی اور خوفناک شکل وصورت والا بنالیا۔

فرشتے بھی دوسری مخلوقات کی طرح اللہ کے محتاج ہیں:

اسلام نے ایمان بالملائکہ کے ذریعہ یہ تعلیم دی کہ وہ دوسری مخلوقات کی طرح ایک مجبور ومحتاج مخلوق ہے، وہ اللہ کی قدرت میں کوئی عمل دخل نہیں رکھتے، ان کے اندر کسی قسم

کی اللہ جیسی صفات وطاقت نہیں، نہ اپنی مرضی سے کچھ کر سکتے ہیں، جو پیغام دیا جاتا ہے، ان کو من وعن پہنچاتے ہیں، اللہ سبحانہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ وہی کرتے ہیں سوائے اللہ کے کسی کی اطاعت نہیں کرتے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین پر آتے اور کائنات کے کام انجام دیتے ہیں، وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی کرتے، ہمیشہ اللہ کی پاکی و بڑائی اور تسبیح بیان کرتے ہیں، وہ پوجا اور عبادت کے لائق نہیں ہیں، ان میں خیر ہی خیر ہے، اللہ کے حکم سے وہ بندوں کے خیر کے کاموں میں مدد کرتے ہیں، قرآن مجید میں اللہ نے ان کا تذکرہ فرمانبردار مخلوق کی حیثیت سے کیا ہے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کی بہت طاقتور مخلوق ہیں:

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا فرمایا، وہ کونسے نور سے پیدا کئے گئے اس کی تفصیل نہیں بتلائی گئی، اللہ نے ایک فرشتے کو تمام انسانوں اور جنوں کے برابر طاقت عطاء فرمائی ہے، وہ انسان یعنی آدم کے بنائے جانے سے پہلے سے موجود تھے، اس لئے قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے قصہ میں ان کا تذکرہ موجود ہے، فرشتوں کو اللہ نے تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ طاقتور بنایا، یہ اللہ تعالیٰ کی نورانی اور خوبصورت مخلوق ہے، اللہ نے ان کو دو دو، تین تین اور چار چار پروں والا بنایا ہے اور وہ بہت تیزی اور پھرتی کے ساتھ پلک جھپکنے میں آسمان سے زمین پر آتے جاتے ہیں، اللہ کے حکم سے وہ منٹوں اور سکینڈوں میں طوفان، طغیانی، زلزلے، پتھروں کی بارش، آگ کی بارش جیسے عذابات لاتے ہیں، وہ قومِ لوط، قوم عاد وثمود اور فرعون اور اس کے لشکر کو تباہ و برباد کر دیا، اللہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو چھ سو پَر دئے، جو مشروق ومغرب تک پھیلے ہوئے ہیں، ان کے پَروں پر مختلف رنگ اور قیمتی موتی جڑے ہوئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اصلی حالت میں دو مرتبہ دیکھا، ان کا قد زمین سے آسمان تک تھا، (بخاری، مسلم)

تمام انسان ان کو اصلی حالت میں نہیں دیکھ سکتے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ساتھ فرشتے رہنے کے باوجود ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے، البتہ اللہ تعالیٰ ان کو خوفناک شکل وصورت

اور انسانی شکل وصورت اختیار کرنے کی صلاحیت دی ہے، جس کی وجہ سے سکرات کے وقت بعض لوگ فرشتوں کو خوفناک اور ڈراؤنی شکل میں دیکھ کر گھبراتے ہیں، صحابہؓ نے انسانی شکل میں فرشتوں کو دیکھا۔

فرشتوں کو اللہ نے مختلف حاجتوں سے دور رکھا:

فرشتے نہ مؤنث ہیں اور نہ مذکر، اللہ نے ان کو اپنے بندے کہا ہے، وہ اللہ کی تخلیق کا بہترین شاہکار ہیں، جس طرح انسانوں پر ایک مدت کے بعد موت آتی ہے، ان کو اللہ نے ویسی موت نہیں رکھا، وہ قیامت کے قریب فناء ہوکر پھر اللہ کے حکم سے زندہ ہوجائیں گے، اس لئے کہ ہر مخلوق کو موت کا مزہ چکھنا ہے، ان کو دوسرے جانداروں کی طرح اونگھ، سستی، کاہلی، تھکان نہیں ہوتی، ان کو انسانوں کی طرح پیدائش، موت، بھوک، پیاس، اہل وعیال، نکاح، کھانے پینے، بول و براز اور جنسی تعلقات کی حاجت نہیں رکھی، وہ انسانوں کی طرح ضمیر اور نفس سے پاک ہیں اور نفسانی خواہشات نہیں رکھتے، ان کے پاس خیر ہی خیر ہے، شر بالکل نہیں، اور نہ ان کو انسان کی طرح نفس وضمیر کا مقابلہ کرکے اللہ کی اطاعت وعبادت کرنا پڑتا ہے؛ بلکہ سراپا وہ اللہ کے مطیع وفرمانبردار بندے ہیں، وہ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، گناہوں اور نافرمانی سے معصوم ہیں، وہ بہت زیادہ طاقتور ہونے اور خوب عبادت واطاعت کرنے پر کبھی انسانوں کی طرح غرور وتکبر اور سرکشی نہیں کرتے، اللہ کے حکم کے رعب سے کانپ جاتے ہیں۔

اللہ نے آسمانوں پر بیت المعمور فرشتوں کا قبلہ مقرر فرمایا:

جس طرح زمین پر اللہ نے انسانوں کے لئے نماز کا مرکز اور قبلہ کعبۃ اللہ بنایا ہے، اسی طرح آسمانوں پر فرشتوں کے لئے بیت المعمور کو قبلہ بنایا ہے، جو کعبۃ اللہ کے بالکل اوپر سیدھ میں آسمانوں پر بنا ہوا ہے، بیت المعمور کے معنیٰ ہیں بھرا ہوا یا آباد گھر، جو ہمیشہ فرشتوں سے بھرا ہوا رہتا ہے، بخاری شریف میں ہے: فرشتے ہر روز بیت المعمور میں عبادت کرتے ہیں، ہر مرتبہ ستّر ہزار فرشتے بیت المعمور میں طواف وعبادت کرتے ہیں،

ایک مرتبہ بیت المعمور میں داخل ہونے کے بعد پھر دوبارہ ان فرشتوں کو داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا، ترمذی شریف میں ہے کہ آسمانوں میں چار انگلیوں کی بھی جگہ خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ میں نہ ہو، ان کی صحیح تعداد کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے۔

☆ حضرت ابراہیم کے پاس اولاد کی بشارت دینے فرشتے انسانی شکل میں آئے تھے، حضرت ابراہیمؑ ان کو انسان سمجھ کر پہچان نہ سکے اور ان کے لئے ضیافت کا انتظام کیا، جب وہ کھانے سے ہاتھ روک لئے تو حضرت ابراہیمؑ نے دشمن کا خوف کیا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاءؑ کو علم غیب نہیں ہوتا، فرشتوں نے خود کہا کہ ڈریئے مت! ہم انسان نہیں فرشتے ہیں۔

☆ حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی قوم پر عذاب کی اطلاع دینے کے لئے خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں آئے تھے۔

☆ حضرت مریمؑ کو بیٹے کی بشارت دینے کے لئے فرشتہ انسانی شکل میں آیا تھا۔

☆ ہاروت و ماروت دنیا میں انسان کے امتحان کے لئے انسانی شکل میں آئے تھے۔

☆ فرشتے انسانوں کے امتحان کے لئے بھی انسانی شکل میں آتے ہیں، جیسے بنی اسرائیل کے لوگوں کے پاس آئے تھے۔

☆ حضرت عباسؓ کو جنگ بدر میں فرشتہ نے انسانی صورت میں آ کر گرفتار کیا تھا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں حضرت جبرئیلؑ انسانی شکل میں کئی دفعہ آئے تھے، بعض وقت ایک صحابی حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں آتے تھے۔

کائنات کے مختلف انتظامات مختلف فرشتوں کے ذمہ ہیں:

اللہ تعالیٰ شہنشاہِ کائنات ہے، وہ اپنی شان اور عظمت کے لحاظ سے کائنات کے مختلف کاموں کو مختلف فرشتوں کے ذمہ رکھا ہے، مگر وہ فرشتوں کا محتاج نہیں۔

☆ **حضرت جبرئیل علیہ السلام:** ان کو تمام فرشتوں کا سردار بنایا ہے، ان کو قرآن نے امانتدار، دیانتدار اور قوت وشوکت والا فرشتہ کہا ہے، یہ اللہ کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ والے ہیں، ان کو قرآن نے روح القدس یعنی پاک روح اور روح الامین یعنی امانت دار

روح فرمایا ہے، یہ تقریباً تمام پیغمبروں کے پاس اللہ کا پیغام اور وحی لے کر جانے پر مامور تھے، ان کے علاوہ دوسرے فرشتوں سے بھی اللہ کا پیغام بھیجا گیا، شب قدر میں حضرت جبرئیلؑ اور ان کے ساتھ دوسرے فرشتے زمین پر اُترتے ہیں، حضرت جبرئیلؑ کی امامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، رمضان میں قرآن حضرت جبرئیلؑ کو سناتے تھے، معراج کے موقع پر سدرۃ المنتہٰی تک یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

☆ **حضرت میکائیل علیہ السلام:** ان پر اللہ نے بارش برسانے، ہواؤں اور بادلوں کو چلانے اور نباتات اُگانے کی ذمہ داری رکھی ہے، یہ اللہ کے حکم سے جہاں بارش برسانا چاہیں برساتے ہیں۔

☆ **حضرت اسرافیل علیہ السلام:** انہیں صور (نرسنگھا، بگل نما آلہ) دیا گیا ہے، وہ اپنے منہ میں لئے اللہ کے حکم کے انتظار میں ہیں، جیسے ہی قیامت قائم ہونا ہے یہ اللہ کا حکم ملتے ہی صور پھونکیں گے، اس سے تمام جاندار مر جائیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی، ان کے صور سے ایسی خوفناک آواز پھیلے گی جس کو سننے والا ہر جاندار مر جائے گا، پھر حشر کا میدان قائم ہونے کے بعد اللہ ہی کے حکم سے دوبارہ صور پھونکیں گے تو سب انسان اور جن دنیا کی ابتداء سے آخر تک کے دوبارہ زندہ ہو کر میدانِ حشر میں حساب دینے کے لئے جمع ہو جائیں گے، وہ اللہ کے حکم کے انتظار میں پیشانی جھکائے ہوئے اور کان لگائے انتظار کر رہے ہیں، صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا، بعض روایات میں تین مرتبہ کا ذکر ہے۔

☆ **حضرت عزرائیل علیہ السلام:** ملک الموت، موت کا فرشتہ، اللہ نے روح قبض کرنے کے لئے ان کو اور ان کے ساتھ دوسرے فرشتوں کو رکھا ہے، عام طور پر ملک الموت کو لوگ حضرت عزرائیلؑ کے نام سے یاد کرتے ہیں، یہ اپنے ساتھ کے تمام فرشتوں کے سردار ہیں اور اللہ کے حکم سے ایک ہی وقت میں دنیا کے مختلف ملکوں میں رہنے والے مختلف انسانوں کی روح نکالتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے روح ڈالنے اور روح نکالنے والے علاحدہ علاحدہ فرشتے مقرر کئے ہیں، چنانچہ حمل ٹھہرنے کے بعد رحم مادر میں روح ڈالنے والا الگ

فرشتہ ہوتا ہے، روح نکالے والے فرشتے نیک لوگوں کی روح قبض کرنے کیلئے خوبصورت اور نورانی چہروں میں آتے ہیں، اور مؤمن کی روح نکالتے، مصلیٰ پیش کرتے ہیں، برزخ کی نعمتیں اور راحتیں بتلاتے ہیں، اور گنہگار، مشرک، کافر ونافرمان انسانوں کی روح نکالنے کے لئے انتہائی ڈراؤنی اور خوفناک شکلوں میں آتے ہیں، اور گنہگار کی روح کو بے عزتی کے ساتھ لیجاتے ہیں، برزخ کا عذاب بتلاتے، اس سے اس کی روح باہر نکلنے سے گھبراتی ہے اور بدن میں چھپنا چاہتی ہے۔

☆ **مالک علیہ السلام:** یہ جہنم پر داروغہ فرشتہ ہے، جہنم کے لئے اللہ نے جملہ ۱۹ رفرشتے مقرر کئے ہیں، ان کا سردار اللہ نے مالک علیہ السلام کو بنایا، ابوجہل اور اس کے ساتھی جہنم پر ۱۹ رفرشتے سن کر مذاق اڑاتے تھے، اللہ نے جہنم میں جو فرشتے رکھے ہیں وہ انتہائی سخت اور بے رحم ہیں، وہ جہنمیوں کی چیخ وپکار سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوتے اور نہ ان کو رحم آتا ہے۔

☆ **رضوان علیہ السلام:** جنت کے داروغہ کا نام ہے، ان کے ساتھ اور بھی فرشتے جنت میں اہل جنت کی خدمت کے لئے رکھے گئے ہیں، وہ جنتیوں کا استقبال کریں گے اور ان کو سلامتی کی دعائیں دیں گے، رضوان علیہ السلام کو جنتی فرشتوں کا سردار بنایا گیا۔

☆ **کراماً کاتبین:** اللہ نے ہر انسان کا نامۂ اعمال تیار کرنے کے لئے دو فرشتے رکھے ہیں؛ جو انسانوں کا ہر چھوٹا بڑا عمل لکھتے ہیں، کراماً کاتبین یعنی معزز لکھنے والے فرشتے، انسان تنہائی میں ہو یا مجلس میں، گھر میں ہو یا بازار میں، وہ ہر وقت انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں، ان کو ہر انسان کے اعمال کی نیت تک جاننے کی صلاحیت اللہ نے دے رکھی ہے، کہ کون اخلاص کے ساتھ اور کون ریاکاری کے لئے عمل کر رہا ہے، سیدھی جانب کا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں جانب کا فرشتہ گناہ وبرائیاں لکھتا ہے، توبہ کرنے پر گناہ مٹا دیتا ہے یا بندہ کے گناہ کرنے تک کا انتظار کرتا ہے، بندہ کو جب یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اللہ کے جاسوس اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور ہر عمل لکھ رہے ہیں؛ تو وہ گناہ کی طرف رغبت نہیں کرتا۔

☆ دنیا کے انتظامات کی ذمہ داری رکھنے والے فرشتوں کی ڈیوٹی عصر اور فجر کے وقت

تبدیل ہوتی رہتی ہے، اللہ نے ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان رکھا ہے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی ایک شیطان تھا؛ مگر اللہ کی توفیق سے وہ مسلمان ہو گیا، نیک کاموں پر فرشتے انسانوں کی مدد کرتے ہیں اور رات میں ان کے پاس آ کر ان کی حفاظت میں پہرہ دیتے ہیں، قرآن کی تلاوت پر فرشتے آسمان سے آتے اور پتنگوں کی طرح آسمان تک گھیرا بنا کر قرآن سنتے ہیں۔

☆ جب ایمان والے رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں تو کچھ فرشتے اس درود و سلام کو رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر تک پہنچانے پر مقرر ہیں۔

☆ جنگوں میں ایمان والوں کی مدد کے لئے فرشتے نازل ہوئے۔

☆ جمعہ کے دن مساجد کے دروازوں پر بیٹھ کر آنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔

☆ انسان کے مرنے کے بعد قبر میں دو فرشتے منکر اور نکیر آتے ہیں اور میت سے اس کے ایمان کے متعلق سوالات کرتے ہیں، اللہ نے فرشتوں کو اس ذمہ داری پر مامور کیا ہے۔

☆ ان کے علاوہ عرش کو اٹھانے والے فرشتے الگ ہیں، اور ان کے علاوہ اس کے اردگرد بہت سے فرشتے صف باندھے حلقے بنا کر اللہ کی حمد و ثناء اور تسبیح بیان کرتے کھڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں کا محتاج نہیں ہے

ترجمہ:۔ اے نبی! آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اور قرآن میں سے جو بھی سناتے ہیں اور (اے لوگو!) تم بھی جو کچھ کرتے ہو اس سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے موجود رہتے ہیں، کوئی ذرہ برابر چیز آسمان اور زمین میں ایسی نہیں ہے، نہ چھوٹی نہ بڑی جو تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔ (یونس:٦١)

ایک سوال یہ ذہن میں آسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کُن کہہ کر سب کچھ کر سکتا ہے؛ تو فرشتوں کو کیوں مختلف کاموں پر مقرر فرمایا ہے؟ اس کا آسان جواب یہ ہے کہ وہ کائنات کا شہنشاہ ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، وہ اپنی شان و عظمت کے لحاظ سے اپنے تمام کام مختلف

مخلوقات سے کرواتا ہے، وہ الہام، القاء اور وحی قدسی کے ذریعہ بھی دل میں بات ڈالتا ہے، یہ اس کی شان کے خلاف ہے کہ مشرک، کافر، فاسق، زانی، شرابی، جواری اور چور کو خود ہی سزا دے، مخلوق کو اپنے پاس بلا کر یا خود ہر ایک کے پاس جا جا کر ہدایت دے، خود ہی پانی برسائے، خود ہی روشنی، سردی اور گرمی پہنچائے، خود ہی نباتات اُگائے اور ہر ایک کو اس کا رزق پہنچائے، اس نے روشنی اور گرمی کے لئے سورج، پانی برسانے کے لئے ابر، سانس لینے کے لئے ہوا کا انتظام کیا ہے اور ان پر فرشتے مقرر کئے، اسی طرح انسانوں کی مدد، سزا اور اعمال لکھنے کے لئے فرشتے مقرر کئے، دنیا کا انسانی بادشاہ معمولی اور مختصر اختیارات رکھ کر اپنے کارندوں سے کام لیتا ہے تو شہنشاہِ کائنات جو ہر قسم کی قدرت و طاقت اور اختیارات رکھ کر اپنے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے بھلا وہ یہ سب کام خود کیوں کرے؟ فرشتے یوں سمجھئے کہ اس کی کائنات کے انتظامات کرنے کے لئے سکریٹریٹ اور ادارہ کے کارکن ہیں، (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں) وہ اپنی شان و شوکت اور قوت و اختیارات کو فرشتوں سے ظاہر کرتا ہے، مگر وہ ان کا محتاج ہر گز نہیں، وہ بے نیاز ہے۔

☆ البتہ دنیا کے انسانی بادشاہوں کے نمائندہ اپنے بادشاہ کو دھوکہ دے سکتے، رشوت کھا کر مجرم کی مدد کر سکتے یا عوام کی مدد نہیں کرتے یا حکم کی تعمیل میں دیر کر سکتے ہیں، اس لئے کہ دنیا کا بادشاہ اپنے نمائندوں کے اعمال کو دیکھ نہیں سکتا، ان کی نظروں سے غائب رہتا ہے، مگر مالکِ کائنات کے یہ نمائندے ہمیشہ مالک کے سامنے ہوتے ہیں اور مالک کی نگرانی ہی میں سب کام انجام دتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے کر ان کے کاموں کو دیکھنے سے مجبور نہیں ہو جاتا، وہ ہر آن پوری کائنات پر نظر رکھتا ہے، کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کی نگاہوں کے سامنے ہے، وہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی اپنی مخلوقات کی پکار خود سنتا ہے، اس کو کسی بھی مخلوق کی محتاجی و مجبوری نہیں، وہ جس سے چاہے کائنات کا نظم چلا سکتا ہے، فرشتے جو کچھ بھی احکام بجالاتے ہیں وہ اس کے سامنے پورا کرتے ہیں، اس لئے کہ وہ سمیع، بصیر اور علیم ہے، وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح احکام دے کر ان سے غافل یا غائب نہیں

ہوجاتا؛ بلکہ ہر چیز کو دیکھتا اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے، دنیا کے بادشاہ کا درباری دربار کے باہر عوام سے رشوت لے تو انسانی بادشاہ کو اس کی بھی خبر نہیں ہوتی، کہ وہ بادشاہ سے ملاقات کے لئے رشوت لیا ہے، مگر اللہ تعالیٰ انسانی بادشاہ کی طرح محتاج و مجبور نہیں۔

ابلیس فرشتوں میں سے نہیں تھا، جنوں میں سے تھا، البتہ وہ خوب عبادت وریاضت کرنے کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا، اللہ نے کائنات کے کاموں کی ذمہ داری سوائے فرشتوں کے کسی کو نہیں دی۔

فرشتے پاک روحیں ہیں، وہ انسانی گندگی، بدبو، فحش حرکتوں، گالی گلوج، برہنہ اور نیم عریانیت کو پسند نہیں کرتے، ان مقامات سے وہ دور ہوجاتے ہیں، ان کو سگریٹ، لہسن، پیاز اور بدبودار چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے، نشہ کرنے والوں کے پاس نہیں جاتے، کتا اور تصویروں کی جگہ، عورت برہنہ سر ہو تو رحمت کے فرشتے نہیں آتے، فرشتے نیک لوگوں سے مصافحہ کرتے ہیں، ان کے گھروں میں آتے ہیں، ان کو سلام کرتے، ان کے سروں پر پروں کا سایہ کرتے ہیں، فرشتوں سے محبت کرنا ان کے تعلق سے اچھے خیالات وجذبات رکھنا ایمان کا تقاضہ ہے۔

یہودیوں نے فرشتوں سے بغض وعداوت کا اظہار کیا:

یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپؐ کے پاس کونسا فرشتہ وحی لے کر آتا ہے؟ تو آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ کا نام لیا، انہوں نے کہا کہ یہ تو ہمارا دشمن ہے، اگر میکائیلؑ جو بارش برساتے اور نباتات اُگاتے ہیں وہ وحی لاتے تو ہم ایمان قبول کرلیتے، جو لوگ فرشتوں سے دشمنی کریں گے اللہ ان کا دشمن ہوگا، فرشتوں سے دشمنی کرنا کفر ہے۔

فرشتے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتے:

فرشتوں کو اللہ کی قدرت میں عمل دخل کرنے والا نہیں سمجھنا چاہئے، وہ اپنے ارادہ و اختیار سے کچھ بھی نہیں کرسکتے، نہ کسی کی مدد کرسکتے ہیں نہ کسی پر عذاب لاسکتے ہیں، ان کی عبادت کرنا یا ان سے مدد مانگنا شرک ہے، وہ کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتے، اللہ کی مرضی کے

بغیر کسی کو ذرّہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

کسی انسان کو ملک الموت یا جہنم کے داروغہ مالک سے تشبیہ نہیں دینا چاہئے، یہ گناہِ کبیرہ ہے۔

فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروا کر گویا اللہ نے فرشتوں سے سلامی دلائی ہے اور انسانوں کو ان سے زیادہ علم عطا کیا، اس لئے ان کو قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق مان کر تصدیق کرنا ایمان ہے۔

پیغمبر انسانوں کے بجائے فرشتوں کو کیوں نہیں بنایا گیا؟

مشرکین مکہ نے یہی سوال کیا تھا کہ انسان کے بجائے فرشتہ کو پیغمبر بنا کر کیوں نہیں بھیجا گیا؟ قرآن نے خود اس کا جواب یہ دیا کہ اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے تو فرشتوں ہی میں سے پیغمبر بھیجے جاتے، فرشتے یا دوسری مخلوق انسانوں جیسی حاجات اور ضروریات نہیں رکھتیں، یعنی ان کو کھانا پینا، نکاح، تجارت، نوکری، خاندان، رشتہ داری، حقوق کی ادائیگی، حرام وحلال، پاک وناپاک، زنا، چوری، جھوٹ، جوا، قتل وغارت گری، انصاف وناانصافی جیسے مسائل نہیں، نہ وہ ان تمام باتوں کی اصلاح کر سکتے ہیں، اس لئے انسان چونکہ یہ تمام باتوں کو جانتا اور اپنے معاشرہ میں ان تمام چیزوں کو دیکھتا اور ان تمام مسائل سے اچھی طرح واقف رہتا ہے؛ اس لئے انسانوں کی سدھار، رہبری اور اصلاح کے لئے انسانوں ہی میں سے انسان کو پیغمبر بنانا ضروری تھا، فرشتے نہ شادی کرتے، نہ تجارت، نہ ان کو حلال وحرام اور شراب وفساد سے واسطہ اور سابقہ ہے، اس لئے وہ انسانی ضرورتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے۔

☆☆☆☆☆

وحئ الٰہی پر ایمان لانا اللہ کی صفت الھادی پر ایمان لانا ہے اور وحی کا انکار کرنا صفت الھادی کا انکار کرنا ہے!

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو علم دینے کے کتنے راستے رکھے ہیں؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو علم دینے کے لئے تین راستے رکھے ہیں۔

سوال:۔ علم ملنے کے ان راستوں کا نام کیا ہے؟ صحیح اور بڑا راستہ کونسا ہے؟

جواب:۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ نے علم ملنے کا پہلا راستہ حواسّ خمسہ رکھا ہے۔

۲۔ علم حاصل کرنے کا دوسرا راستہ عقل رکھا ہے۔

۳۔ علم حاصل کرنے کا تیسرا راستہ وحی الٰہی رکھا ہے۔

ان تینوں راستوں میں سب سے بڑا اور صحیح راستہ وحی الٰہی ہے۔

سوال:۔ حواسِ خمسہ سے کس طرح علم حاصل ہوتا ہے؟

جواب:۔ ناک سے سونگھ کر، زبان سے چکھ کر، آنکھ سے دیکھ کر، ہاتھوں سے پکڑ کر، کانوں سے سن کر مخلوقات علم حاصل کر لیتے ہیں، مگر حواسِ خمسہ سے محدود علم حاصل ہوتا ہے، وہ دور کا علم نہیں دے سکتے، وہ غیب کی چیزوں کا علم نہیں دے سکتے۔

سوال:۔ عقل سے علم کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟

جواب:۔ عقل صرف انہی چیزوں کا علم دے سکتی ہے جو چیزیں نظر آتی ہیں یا جو جسم رکھتی ہیں یا جو نظر سے غائب ہوں مگر محسوس ہوتی ہیں یا پھر علامتوں اور نشانیوں سے علم دے سکتی ہے، نشانیوں، علامتوں، مثالوں اور دلائل سے حقیقت سمجھ سکتی ہے۔

مگر عقل و سائنس اللہ کے بارے میں، روح کے بارے میں، آخرت کے بارے میں، حرام و حلال کے بارے میں، فرشتوں کے بارے میں، شیطان کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں دے سکتیں، عقل اور سائنس کا دائرہ صرف دنیا کی چیزوں کی حد تک ہی محدود

ہے، ان کے دئے گئے علم میں غلطیاں اور تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، ☆ انسان کی سائنس بھی عقل کی غلام ہے، عقل، سائنس اور حواسِ خمسہ نظر نہ آنے والی، جسم نہ رکھنے والی چیزوں کا علم دینے سے مجبور ہیں، البتہ عقل دلائل اور صحیح غور وفکر سے وحی کو سمجھ سکتی ہے۔

سوال:۔ وحی، عقل اور حواس خمسہ کے علم میں فرق کیا ہے؟

جواب:۔ وحی الٰہی سے لامحدود علم حاصل ہوتا ہے، وحی الٰہی کا علم حواس خمسہ اور عقل کی طرح محدود نہیں، وحی الٰہی نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی دونوں طرح کی چیزوں کا علم مکمل دیتی ہے، کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم دے سکتی ہے، ہر چیز کی ابتداء سے آخر تک کا علم صرف وحی سے ہی مل سکتا ہے، ماضی، حال اور مستقبل کا پورا علم ملتا ہے۔

سوال:۔ حواس خمسہ، عقل اور وحی کی مثال دیجئے؟

جواب:۔☆ حواسِ خمسہ کنواں، باؤلی اور گلاس کی مانند ہیں۔

☆ عقل، تالاب اور چھوٹی ہانڈی کی مانند ہے۔

☆ وحی الٰہی سمندروں اور دیگوں کی مانند ہے۔

جس طرح تالاب کا پورا پانی کنویں اور باؤلی میں نہیں آسکتا، ہانڈی کسی گلاس میں نہیں آسکتی اور جس طرح کسی ایک سمندر کا پانی تالابوں میں نہیں آسکتا، بڑی دیگ چھوٹے برتن میں نہیں آسکتی، اسی طرح وحی الٰہی کی ہر بات حواس خمسہ اور عقل میں نہیں آسکتی، چنانچہ وحی کی بہت ساری باتیں عقل میں نہیں سماسکتیں، البتہ جس طرح تالاب کا کچھ پانی کنویں میں اور سمندر کا کچھ پانی تالاب میں آسکتا ہے اسی طرح وحی کا کچھ علم عقل وحواس میں اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں)

سوال:۔ وحی کی کوئی بات عقل میں نہ آسکے تو کیا اُسے جھوٹا کہا جاسکتا ہے؟

جواب:۔ جب عقل چھوٹی اور وحی بڑی چیز ہے تو پھر وحی کی ہر بات کو سچا ماننا ہوگا، اس کا انکار نہیں کرسکتے، عقل غلط ہوسکتی ہے وحی کا علم غلط نہیں ہوتا۔

سوال:۔ عقل کو ہمیشہ کس کا غلام بن کر رہنا چاہئے؟

جواب:۔ عقل کو ہمیشہ وحی الٰہی کا غلام بن کر رہنا چاہئے، چاہے کوئی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے، وحی الٰہی کو سچا مان کر اُسی کے پیچھے پیچھے رہنا ہوگا، اُسی کو بڑا ماننا ہوگا۔

سوال:۔ کیا حواس خمسہ اور عقل دھوکہ کھا سکتے اور دھوکہ دے سکتے ہیں؟

جواب:۔ ہاں! حواس خمسہ اور عقل دھوکہ کھا سکتے اور دھوکہ دے سکتے ہیں، حواس خمسہ سے انسان سورج کو ہر روز دیکھتا ہے جو زمین سے نو لاکھ گنا بڑا ہے، مگر انسان کو وہ ہر روز چھوٹا گولے کی مانند نظر آتا ہے، یرقان میں انسان کو ہر چیز پیلی نظر آتی ہے، سورج، چاند اور ستارے ہر روز بہت چھوٹے نظر آتے ہیں، ہوائی جہاز پرندے کی طرح نظر آتے ہیں، پانی میں ٹھہری لکڑی ٹیڑھی نظر آتی ہے، بخار میں زبان غذاء کو کڑوی ظاہر کرتی ہے، آنکھوں کو ریت میں پانی کا چشمہ دکھائی دیتا ہے، عقل انسانوں کو گمراہ بھی کرتی ہے، جس سے انسان بتوں، سورج، چاند اور بہت سی مخلوقات کو الٰہ کا مقام دیتا ہے، گناہ اور نیکی دونوں کرواتی ہے، غلط فیصلے کرواتی ہے، باطل سے محبت کروا کر حق کو مٹانے کی محنت کرواتی ہے، اس میں بھول بھی ہوتی ہے۔

سوال:۔ وحی کی وہ کونسی باتیں ہیں جو عقل میں نہیں آتیں؟

جواب:۔☆ فرشتے کا آسمان سے زمین پر وحی کو لانا۔

☆ پیغمبر کا مختصر وقت میں آسمانوں کی سیر کرنا۔

☆ حضرت ابراہیمؑ کا آگ میں نہ جلنا اور آگ کا ٹھنڈا ہو جانا۔

☆ حضرت موسیٰؑ کے عصاء کا اژدہا بن جانا، چٹان سے پانی کے بارہ چشمے نکلنا۔

☆ حضرت یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنا۔

☆ حضرت اسماعیلؑ پر چھری کا نہ چلنا۔

☆ ہُد ہُد کا حضرت سلیمانؑ کو ملکہ بلقیس کے شرک کی اطلاع دینا۔

☆ ابابیل پرندوں کی کنکریوں سے ابرہہ کی فوج کا خاتمہ ہو جانا۔

☆ جنگ بدر میں فرشتوں کا حصہ لینا۔ ☆ پہاڑوں کا چلنا ہوا میں اڑنا۔

☆ سمندروں سے آگ کا نکلنا۔ ☆ بنی اسرائیل کا بندر بن جانا۔

☆ انسانی اعضاء کا بات کرنا۔ ☆ زمین کا خبریں بیان کرنا۔

☆ حضرت عیسیٰؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا، بچپن میں بات کرنا، زندہ آسمان پر اٹھالیا جانا، آسمانوں میں زندہ رہ کر دوبارہ زمین پر آنا۔

☆ مرنے کے ہزاروں سال بعد جسم کے ساتھ زندہ ہونا اور حساب دینا، وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان تمام باتوں کو وحی کی اطلاع پر سچا ماننا ہوگا، عقل ان باتوں کو سمجھنے سے مجبور ہے۔

سوال:۔ **انسان کونسی سائنسی باتیں عقل میں نہ آنے کے باوجود سچی مانتا ہے؟**

جواب:۔ انسان مادّی زندگی سائنس دانوں کی بعض باتیں جو اس کی عقل میں نہیں آسکتیں پھر بھی سچی مانتا ہے، مثلاً کلوننگ سے جاندار کی نسل چلانا، چاند اور ستاروں میں جانا، انسانوں کی آوازیں خلاؤں میں محفوظ رہنا، آپریشن کے ذریعہ انسان کی جنس تبدیل کرنا، زندگی کو موت سے بچا کر مدتِ عمر بڑھانے کی دوائیاں تیار کرنا، انسانی جسم کے خون کو تبدیل کرنا، مرجانے والے انسان کے حادثہ کی تفصیل لاش کا پوسٹ مارٹم کر کے معلوم کرنا، نارکوٹسٹ سے انسانی دلوں میں چھپی باتوں کا ریکارڈ کرنا، زلزلوں اور طوفان کی پیشگی اطلاع ملنا، جانوروں کے گوشت کے زہریلے اثرات، مثلاً برڈ فلو وغیرہ بیماریوں کے نقصانات، سورج کی بعض شعاعوں کے زہریلے اثرات، نظر نہ آنے والے جہاز تیار کرنا جن کی صرف آواز آئے گی، گلوبل اور ٹی وی کی معلومات پر بھروسہ ویقین کرتا ہے، تو وحی الٰہی جو خاص طور پر کائنات کے مالک کی طرف سے علم دیا جاتا ہے اس پر انسان کو یقین کرنا ہوگا، ورنہ وہ بیوقوف کہلائے گا۔

سوال:۔ **وحی، حواس خمسہ اور عقل کی حدوں کو مثال سے کیسے سمجھا جائے؟**

جواب:۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھو: ایک نوٹ سو روپئے کی ہے انسان اس نوٹ کو آنکھوں سے دیکھ کر ہاتھوں سے پکڑ کر یہ کہے گا کہ یہ سو روپئے کی نوٹ ہے، اس کا رنگ فلاں ہے، اس پر فلاں فلاں زبان میں یہ لکھا ہے، اور یہ کاغذ کی بنی ہوئی یا پلاسٹک کی بنی ہوئی ہے اور فلاں ملک کی کرنسی ہے، بس یہ حواس خمسہ کے حدود ہیں۔

☆ پھر عقل یہ بتلائے گی کہ یہ اصلی ہے یا جعلی، اور اس کے بنانے میں کونسی مشین

استعمال کی جائے، کس طرح کا کاغذ استعمال کیا جائے، اس کے اصلی اور جعلی پہچاننے کا طریقہ کیا ہے؟ جعلی نوٹ میں کیا کیا خرابی ہوتی ہے، یہ عقل کے حدود ہیں۔

☆ پھر وحی یہ بتلائے گی کہ اس نوٹ کا استعمال کونسے کونسے کاموں میں کیا جائے، اس نوٹ کو کمانے کا طریقہ کیا ہے، پھر اس سے فضول خرچی نہ کی جائے، نہ جوّا اور ریس کھیلا جائے، نہ شراب پی جائے اور نہ زنا کیا جائے، وحی بتلائے گی کہ دولت کا استعمال کن کاموں میں کرنے سے اللہ راضی ہوتا ہے، وحی نوٹ کے بنانے اور نوٹ کے رنگ اور کاغذ پر علم نہیں دے گی، نوٹ کو کن کن کاموں میں استعمال کرنے سے انسان گناہ سے بچ سکتا ہے اور نیکی کر سکتا ہے یہ بتانا عقل وحواس کے حدود سے باہر ہے۔

☆ اس کو دوسری مثال سے یوں سمجھو! کہیں پر مردوں اور عورتوں یا دیگر چیزوں کو آنکھوں سے دیکھ کر یہ کہا جائے گا کہ یہ انسان ہیں یا جانور یا درخت ہیں یا پہاڑ، ان کا جسم کس چیز سے بنا ہے، چمڑے سے بنا ہے یا لکڑی سے یا پتھر سے، یہ آنکھوں کے حدود ہیں۔

☆ پھر عقل یہ بتلائے گی کہ ان کو زندہ رہنے کے لئے کن کن چیزوں اور اعضاء کی ضرورت تھی اور ان اعضاء کا کام صحیح چل رہا ہے یا نہیں یا ان میں نقص ہے، یہ عقل کے حدود ہیں۔

☆ پھر وحی یہ بتلائے گی کہ ان انسانوں کی زندگی کا مقصد کیا ہے، یہ دنیا میں کیوں بھیجے گئے اور مرنے کے بعد کہاں جا رہے ہیں؟ یہ وحی کا کام ہے، عقل اس میں رہبری نہیں کر سکتی۔

سوال:۔ کیا انسان کو عقل وحواس کے ذریعہ حلال وحرام، پاک وناپاک، گناہ ونیکی، مقصد زندگی، اللہ کی پہچان اور موت کے بعد کی زندگی کا علم نہیں مل سکتا؟

جواب:۔ ہاں! انسان اپنی عقل اور حواس سے ان چیزوں کا علم حاصل نہیں کر سکتا، یہ علم سوائے وحی الٰہی کے کہیں سے نہیں مل سکتا، جن قوموں اور جن لوگوں نے وحی کا انکار کر کے یا وحی کو چھوڑ کر اپنی عقل اور حواس سے ان چیزوں کا علم حاصل کرنے کی کوشش کی وہ گمراہ ہو گئے اور آج بھی وہ گمراہ تصورات کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں۔

سوال:۔ اکثر مسلمان وحی الٰہی کو مانتے ہیں، مگر اس پر پوری طرح عمل

نہیں کرتے، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ وحی الٰہی کو خاندانی، تقلیدی، بے شعوری اور فقہی و قانونی طور پر ماننا ایک الگ بات ہے، اس کو شعوری اور حقیقی طور پر مان کر روح کی غذاء جان کر زندگی گذارنا الگ بات ہے، اکثر مسلمانوں کے پاس قرآن وحدیث کی باتوں کا علم تو ضرور ہے، مگر یقین اس علم پر بہت کمزور ہے، یقین کی کیفیت کمزور ہونے کی وجہ سے وہ وحی الٰہی پر پوری طرح عمل نہیں کرتے، ایک ہے کسی چیز کا علم جاننا اور دوسرا ہے علم کو ماننا، ماننے ہی سے یقین بڑھتا ہے اور پختہ ہوتا ہے، صرف جاننے سے یقین پیدا نہیں ہوتا، اس لئے ضروری ہے کہ وحی الٰہی پر یقین پیدا کیا جائے اور شعوری طور پر مانا جائے۔

سوال:۔ وحی الٰہی پر یقین پیدا کرنے کے لئے کیا کرنا ہوگا؟

جواب:۔ یقین پیدا کرنے کے لئے جس طرح ریڈیو، ٹی وی اخبارات کی اطلاعات پر بغیر دیکھے اعتماد کیا جاتا ہے، سچا مانا جاتا ہے، بھروسہ کیا جاتا ہے، جس طرح ڈاکٹر اور سائنس داں کی اطلاعات پر اعتماد کیا جاتا ہے، اسی طرح قرآن وحدیث کی تمام باتوں کو دنیا کے علوم سے ہزار گنا زیادہ سچا مانا جائے، پیغمبر پر اعتماد کیا جائے اور بھروسہ کیا جائے، یہ اُسی وقت ہوگا جب انسان کائنات میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صفات کو سمجھنے کی کوشش کرے، اسی لئے قرآن نے بار بار انسانوں کو کائنات میں غور وفکر کی تعلیم دی ہے۔

سوال:۔ کیا حواس اور عقل سے ملنے والا علم بیکار ہے؟

جواب:۔ نہیں! حواس اور عقل سے ملنے والا علم بھی بہت اہم ہے، انہی کی مدد سے وحی الٰہی کو سمجھا جا سکتا ہے اور شعور پیدا کیا جا سکتا ہے، قرآن نے انسانوں کو آنکھیں اور کان وغیرہ کھلے رکھنے اور عقل کو صحیح استعمال کرنے کی بار بار تعلیم دی ہے، جو لوگ آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر عقل کا استعمال صحیح نہیں کرتے ان کو جانوروں سے بھی گیا گذرا بتلایا گیا ہے، وہ زندہ لاشوں کی مانند ہیں، وحی الٰہی نے انسانوں کی عقل ہی سے زیادہ خطاب کیا ہے اور وحی کی بہت ساری باتیں آنکھوں سے دیکھنے عقل سے غور وفکر کرنے ہی

سے آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں، قرآن نے بار بار کائنات میں غور وفکر کروایا ہے۔

سوال:۔ حواس اور عقل انسان کی صحیح رہنمائی کب کرسکتے ہیں؟

جواب:۔ حواس اور عقل صحیح رہنمائی اسی وقت کرسکتے ہیں جب انسان دلائل، مثالوں اور رزلٹ پر ضمیر کا ساتھ دے اور تعصب، ہٹ دھرمی، باپ دادا کی اندھی تقلید سے دور رہے، دنیا امتحان کی جگہ ہونے کی وجہ سے ہر عمل کا نتیجہ فوراً ظاہر نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے عقل دھوکہ کھاتی اور غلط راستہ کی رہنمائی کرتی ہے، وحی نے عقل کو گمراہی سے بچانے کے لئے بہت سارے دلائل اور مثالوں سے رہنمائی کی ہے، مثلاً دوبارہ زندہ ہونے کو زمین کے مردہ بن جانے اور پانی سے دوبارہ زندہ ہو کر لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل ہونے کو انسان کے دوبارہ زندہ ہونے سے مثال دی ہے، جسے حواس اور عقل آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

چونکہ زہر کھانے سے فوراً نتیجہ ظاہر ہو جاتا ہے اس لئے حواس اور عقل یہ یقین دلاتے ہیں کہ زہر انسان کے لئے خطرناک جان لیوا ہوتا ہے، مگر انسانوں کے شرک کرنے کا نتیجہ فوراً ظاہر نہیں ہوتا چھپا ہوا ہے، تو انسان عقل سے دھوکہ کھا کر اندھی تقلید میں شرک کرتا ہے، وحی شرک کا یہ نتیجہ بتلاتی ہے کہ مرنے کے بعد انسان ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلتا رہے گا، پھر وحی نے انسانوں کو شرک سے بچانے کے لئے کئی دلائل دئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کے ساتھ سلوک کے واقعہ کو پیش کر کے، سورج، چاند اور ستاروں کی مثال دے کر انسانوں کو ان کے بے حقیقت و مجبور ہونے کو سمجھایا اور یہ بھی سمجھایا کہ انسان جن بتوں کی پرستش کرتے ہیں ان کے سامنے جو مٹھائی میوہ رکھتے ہیں اس میں سے ایک دانہ اگر کوئی مکھی اُٹھا کر لے جائے تو وہ بت ان سے چھڑا بھی نہیں سکتے، وہ ایک مچھر اور مکھی تک نہیں بنا سکتے، وہ نہ بول سکتے، نہ دیکھ سکتے اور نہ چل سکتے ہیں، آخر انسان ان بے کس مجبور بتوں کو عبادت کے لائق کیسے سمجھتا ہے؟

وحی نے مشرک انسانوں سے یہ بھی سوال کیا کہ کیا کئی آقا بہتر ہیں یا ایک آقا بہتر ہے؟ کیا انسان بغیر خالق کے خود اپنے آپ پیدا ہو گئے؟ وحی نے پوچھا آخر آسمان وزمین

کو کس نے بنایا؟ دن اور رات کا نظام کون چلاتا ہے؟ بارش کون برساتا ہے؟ ہوائیں کس کے حکم سے چلتی ہیں؟ اگر اس کائنات کے کئی الٰہ ہوتے تو ان میں جنگ ہوا کرتی، ان تمام دلائل پر مشرک انسان خود کہے گا کہ یہ سب نظام اللہ چلاتا ہے، وہی اصل مالک ہے۔

اس لئے وحی الٰہی کو سمجھنے اور اس پر ایمان لانے کے لئے حواس اور عقل وفہم کو کھلا رکھو اور صحیح استعمال کرو، سورج کے نکلنے کے بعد آنکھیں بند رکھو گے تو کبھی اُجالا، گڑھا اور گندگی نہیں دیکھ سکتے، عقل وحواس دئے ہی گئے ہیں اس واسطے کہ حق کو پہچانو اور وحی کو سمجھو۔

سوال:۔ وحی کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب:۔ وحی کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کا خفیہ پیغام اور اشارہ کرنا، پیغام بھیجنا یا احکام دینا، دل میں کوئی بات ڈالنا، یا خفیہ یا حجاب سے کوئی حکم دینا، پیغام دینا، یا خواب کے ذریعہ رہبری و ہدایت دینا، اسلامی اصطلاح میں جو کلام یا اشارہ اللہ سبحانہ تعالیٰ پیغمبروں اور رسولوں کو بھیجتا ہے اسے وحی الٰہی کہتے ہیں۔

وحی الٰہی سے جو اشارہ یا پیغام آتا ہے اس کو پیغام بھیجنے والے اور پیغام پانے والے کے سوا کوئی دوسرا نہ سن سکتا ہے، نہ جان سکتا ہے اور نہ محسوس کرسکتا ہے، اس کو وحی رسالت کہتے ہیں، یہ پیغمبروں اور رسولوں کے ساتھ خاص تھی، اس میں وحی جس پر آتی ہے اسے پورا شعور وادراک ہوتا ہے کہ وحی اللہ کی طرف سے آرہی ہے، پیغمبر کو منجانب اللہ ہونے کا پورا یقین ہوتا ہے وہ اس پر پورے یقین کے ساتھ ایمان لاتے ہیں، وحیِ الٰہی اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ اور اس کی دین ہے، جسے کوئی انسان اپنی ذاتی محنت اور کوشش سے حاصل نہیں کرسکتا۔

وحی کی مختلف شکلیں ہیں: وحیِ رسالت، الہام، القاء

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اپنے پیغمبروں کو وحی کے ذریعہ تعلیم دی، قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے، جو وحی رسالت کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے علاوہ بہت ساری ہدایات اور تشریحات علاحدہ بھی نازل کیا ہے جو قرآن کا حصہ نہیں ہیں، ان کو ہم حدیثِ رسول کہتے ہیں، اس طرح علماءِ اسلام نے

وحی رسالت کی دو قسمیں کر دیں، ایک وحی متلو، دوسری وحی غیر متلو۔

وحی متلو (تلاوت کی جانے والی وحی): یہ خالص اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو قرآن مجید کہلاتا ہے، جس کی ہم ہر روز تلاوت کرتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑا تھوڑا کر کے ۲۳/سال کے عرصہ میں رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا، فرشتہ حضرت جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ سے احکام لے کر آپ کے سامنے ان احکام کی تلاوت کرتے اور آپ اس کو سن کر فوراً من وعن ان آیات کو یاد فرما لیتے تھے اور پھر کاتب کو بلا کر لکھا دیتے تھے، یا پھر حدیث قدسی کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک پر نازل کر دی جاتی، آپؐ اُسے محفوظ فرما لیتے، غرض وحی فرشتہ کے ذریعہ سے بھی بھیجی جاتی تھی اور بغیر فرشتہ کے بھی، اور حجابات (پردے) کے پیچھے سے بھی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وحی غیر متلو (جس کی ہم تلاوت نہیں کرتے): جن کو ہم احادیثِ رسول ﷺ کہتے ہیں، یوں تو قرآن وحدیث دونوں رسول اللہ ﷺ ہی کی زبان سے ادا ہوئے، مگر قرآن کی زبان اللہ کا کلام ہے اور حدیث کی زبان رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں بیان کی گئی اور دونوں میں بہت بڑا فرق ہے، قرآن مجید کے احکام ومسائل کی پوری تشریحات رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے سمجھ میں آتی ہیں، حدیث کے بغیر ہم قرآن کا فہم حاصل نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ پیغام بھیجنے کے لئے واسطوں اور ذریعوں کا محتاج نہیں

وحی کی مختلف شکلیں ہیں، الہام، القاء اور وحی رسالت، الہام والقاء جو نبی اور غیر نبی اور دوسری مخلوقات پر آتی ہے، البتہ وحی رسالت خاص پیغمبر پر آتی ہے اللہ تعالیٰ بغیر فرشتے کے کوہ طور پر پردہ کے پیچھے سے وادی مقدس طوی میں حضرت موسیٰؑ سے ہم کلام ہوا تھا اور معراج میں رسول اللہ ﷺ سے ہمکلام ہوا اور نماز کے احکام دئے، پھر حدیث قدسی کے ذریعہ بھی پیغمبر ﷺ کے دل پر اپنا کلام القاء کرتا تھا۔

الہام (مخفی تعلیم وتلقین): پیغمبروں کو خواب کے ذریعہ جیسے حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی قربانی کا خواب وحی الہام کے ذریعہ ہوا، الہام کی یہ شکل غیر نبی، اولیاء اور نیک بندوں کیلئے

بھی خاص ہوتی ہے، مگر وہ اس کی بنیاد نہیں پہچان سکتے، نبی کو اس کا مبدأ معلوم ہو جاتا ہے۔

القاء (دل میں بات ڈالی جاتی ہے): القاء عام ہدایت ہوتی ہے، مثلاً پیدا ہوتے ہی دودھ پینے والے بچوں کو، بلی کے بچوں کی پیدائش کے وقت آنکھیں بند ہوتی ہیں، وہ بند آنکھوں کے ساتھ ماں کی چھاتی کی طرف بند آنکھوں ہی سے لپکتے اور دودھ چوستے ہیں، اسی طرح انڈوں سے نکلنے والے بچوں کو دانہ چگنے اور تیرنے کی ہدایت دینا، مثلاً بطخ یا مرغی یا شترمرغ کے بچے یا مینڈک، مچھلی، مچھر کے لاروؤں کو انڈوں سے نکلتے ہی تیرنے کی ہدایت، اسی طرح انسانوں کو غور وفکر، تفکر وتدبر، تحقیق اور ریسرچ کرنے کی صلاحیت دینا، بڑے بڑے مفکرین اور سائنس دانوں کو نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے کی ہدایت، اس کو حدیث میں القاء فی القلب کہتے ہیں، اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو القاء کیا، قیامت کے روز زمین خبریں بیان کرے گی، انسانی اعضاء بات کریں گے، اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کو وحی کیا، حضرت اسماعیلؑ کے لئے چھری کو وحی کیا، شہد کی مکھیوں کو وحی کرتا ہے، فرشتوں کو کائنات کے انتظامات کے لئے وحی سے حکم دیتا ہے، حدیث میں ارشاد ہے کہ رسول ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو چکا صرف سچے خوابوں کے ذریعہ انسانوں کو ہدایت ورہنمائی مل سکتی ہے۔

سوال:۔ **اللہ تعالیٰ نے وحی کا طریقہ کار کیوں رکھا ہے؟**

جواب:۔ اللہ تعالیٰ خالق ہونے کے ناتے جب مخلوقات کو بنایا اور پیدا کیا تو ہر ایک کے ذمہ مختلف کام رکھے، ان کو اپنی زندگی گذارنے کے طریقے اور احکام دینا اس کے لئے ضروری ہے، تب ہی مخلوقات اللہ کی مرضیات پر زندگی گذار سکتی ہیں اور اس کے احکام پورا کر سکتی ہیں، ہر مخلوق ہدایت ورہنمائی کی ویسے ہی محتاج ہے جیسے جاندار ہوا، پانی اور غذاؤں کے محتاج ہیں، انسان بھی اسی طرح وحی الٰہی کا محتاج ہے۔

سوال:۔ **کیا اللہ جاندار اور بے جان ساری مخلوقات کو ہدایت دیتا ہے؟**

جواب:۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں کسی کو بظاہر جاندار بنایا اور کسی کو بظاہر بے جان

بنایا، کسی کو دل، دماغ، آنکھ، کان جیسے اعضاء دیئے اور کسی کو اعضاء کے بغیر صرف جسم دیا، کسی کو عقل زیادہ دی اور کسی کو عقل و فہم کم دیا، کسی کو سوئی کی نوک کے برابر بھیجہ دیا، کسی کو پتے ڈالیاں ہی دیئے، مگر وہ ہر چیز پر قادر ہے اس لئے وہ جاندار اور بے جان دونوں مخلوق کی، اعضاء رکھنے والے اور نہ رکھنے والے دونوں کی ہدایت و رہنمائی کرتا ہے، وہ ملائکہ کو نورانی جسم دے کر بھی وحی کرتا ہے، مچھلی کو حضرت یونسؑ کے لئے، زمین و آسمانوں کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے، حضرت موسیٰؑ کے لئے سمندر کو راستہ بنانے اور عصاء کو سانپ بننے کے لئے، پانی کو حضرت نوحؑ کی قوم کو ڈوبانے کے لئے، آگ کو حضرت ابراہیمؑ کے لئے، چھری کو حضرت اسماعیلؑ کے لئے، شہد کی مکھیوں کو صاف و شفاف میٹھا رَس چوسنے اور اونچائی پر چُھتّا بنانے کے لئے، غرض وہ جسے جیسا چاہے وحی کرسکتا ہے۔

سوال:۔ **عقلی اعتبار سے کیسے سمجھیں کہ اللہ بے جان مخلوقات کو وحی کرتا ہے؟**

جواب:۔ ساری مخلوقات کو وحی کرنے کے طریقوں کو تو ہم نہیں سمجھ سکتے، پھر بھی عقل سے قریب سمجھانے کے لئے کچھ دنیا کی چیزوں کی مثالیں دے سکتے ہیں۔(مثالیں رہبری کے لئے ہیں)

اللہ تعالیٰ ہادی ہے، وہ اپنی مخلوقات کو جیسے چاہے ہدایت دے سکتا ہے، اس نے اپنی صفت ہادی ہی کے ذریعہ انسانوں کو سائنس و ٹکنالوجی میں ترقی دی اور دے رہا ہے، انسان اللہ کے دیئے ہوئے علم سے توفیق حاصل کرکے ٹیلیفون، موبائیل فون، وائرلیس، ٹیلی گرام، فیاکس، انٹرنیٹ، ٹی وی کے ذریعہ دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں بات کرتا، فوٹو بھیجتا، انٹرنیٹ پر لکھتا اور جواب دیتا ہے، دنیا کی تمام حکومتوں کے اداروں کے کاروبار اور انتظامات ٹیلیفون، وائرلیس، ٹی وی اور موبائیل فون اور انٹرنیٹ سے ہو رہے ہیں، موبائل فون میں بغیر بٹن دبائے ٹچ اسکرین کے ذریعہ مختلف چینل بدلتا ہے، آج کل تو انسان کا بچہ بھی ریموٹ کے ذریعہ ٹی وی آن کرتا ہے، اس کے چینل دور بیٹھ کر بدلتا ہے، کار کو دور کھڑے ہو کر ریموٹ کے ذریعہ لاک کرتا ہے اور اسٹارٹ کرتا ہے، دن رات ہواؤں میں اُڑنے والے اور سمندروں میں چلنے والے جہازوں کو زمین کے کنٹرول

روم سے ہزاروں میل پر جہاں نہ کوئی وائر کنکشن ہوتا ہے ہدایات دیتا ہے، راکٹس کو خلاؤں میں بغیر پائلٹ کے چھوڑتا اور ستاروں کے فوٹو زمین پر ان سے منگواتا ہے، راکٹس میں خرابی ہوجائے تو زمین پر سے درست کرتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ راکٹس، ہوائی جہاز، پانی کے جہاز، ٹیلیفون، انٹرنیٹ کو جانداروں کی طرح نہ اعضاء ہیں اور نہ عقل وفہم ہوتی ہے؛ مگر انسان ان بے جان مشینوں سے پورا کام لے رہا ہے، وہ مشینیں اس کی ہدایت کے مطابق کام کرتی ہیں، کمپیوٹر تو بغیر دماغ کے صحیح اور غلط بتلاتا ہے، جب انسان اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے علم سے بے جان چیزوں کو جن میں نہ دماغ ہے، نہ آنکھیں ہیں، نہ کان ہیں، نہ ہاتھ پیر ہیں یہ سب کام لے سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنی بے جان مخلوقات کو ہدایت دینا کیوں مشکل ہوگا؟ اس کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں، وہ کسی بھی مخلوق کو بغیر دماغ، بغیر اعضاء کے ہدایت ورہنمائی دے سکتا ہے، اس لئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سوال:۔ **اللہ کی ہدایت کو جانوروں وبے جان چیزوں میں کیسے غور کریں؟**

جواب:۔ اللہ جانوروں میں مختلف جانوروں کا کلچر الگ الگ بنایا ہے، وہ بغیر کسی تربیت ورہنمائی کے اپنے اپنے کلچر پر زندگی گذارتے ہیں، مثلاً کتا، بلی بول وبراز کرنے سے پہلے گڑھا کھودتے اور پھر غلاظت کو پیروں سے مٹی ڈھکیل کر ڈھانپ دیتے ہیں، بعض کتوں میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ قاتل اور چوروں کی جگہ بتلاتے اور پکڑتے ہیں یا جانوروں کا شکار کرکے مالک کو دیتے ہیں، گھر میں نیا آدمی آجائے تو بھونکتے اور شور مچاتے ہیں، مالک کو خوب پہچانتے ہیں، مرغی، چیل اور کوّوں سے اپنے بچوں کی حفاظت کرتی ہے، شیر، ببر، چیتا اور جنگلی کتے جب چوپایوں کا شکار کرتے ہیں تو ان کی گردن پکڑتے ہیں۔

جانوروں میں اللہ نے دوقسم کے جانور پیدا کئے کچھ جانور انسانوں کے ساتھ رہتے اور کچھ انسانوں سے دور رہتے ہیں، کبوتر کا ایک گروپ انسانوں سے دور اونچی عمارتوں پر رہتا ہے اور ایک گروپ جو مختلف رنگوں اور شکلوں کا ہوتا خوبصورت ہوتا ہے، وہ انسانوں کے گھروں میں رہتا ہے، مالک کے گھر کو پہچانتا اور وہیں پر واپس آجاتا ہے، کبوتر دانہ

کھانے کے بعد اپنے پوٹھے میں محفوظ رکھتا ہے اور اس کو پانی سے نرم کر کے بچہ کی چونچ میں ڈالتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے۔

اللہ نے کبوتر اور تمام پرندوں کو انڈے دے کر حفاظت کرنا اور سیتے رہنا اور بچوں کی حفاظت کرنا، دانہ کھلانا، اُڑنا سکھانا، یہ سب ہدایات دے رکھی ہیں۔

شیر، ببر، چیتا، ہرن، ریچھ، گینڈا اور زیبرا وغیرہ انسانوں کے ساتھ نہیں رہتے، مگر اونٹ، ہاتھی، بکری، گائے، بھینس، گدھے اور مرغیاں کو اللہ نے انسانوں کے ساتھ رہنے کی ہدایات دے رکھی ہیں، وہ انسانوں کے ساتھ رہتے، دودھ انڈے دیتے ہیں اور سواری کا کام دیتے ہیں، اپنے اپنے گھروں کو پہچانتے ہیں۔

ہوا معمولی وزن کے کنکر اور لکڑی کو زمین پر پھینک دیتی ہے، مگر اللہ کے حکم سے ریگستانوں کی ریت اور سمندر کے پانی کو لہروں کی شکل میں اڑاتی رہتی ہے، ریت کے پہاڑوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی رہتی ہے، پانی کو بھاپ کی شکل میں ابر بنا کر ایک ملک سے دوسرے ملک لئے پھرتی ہے، جہاں اللہ کا حکم ہو وہاں ابر برستا ہے ورنہ نہیں برستا، ہوا کو اللہ نے پرندوں کو، ابر کو، برف کو، ریت کے ذروں کو، انسانوں کے ہوائی جہازوں کو سنبھالے رکھنے کی ہدایت دے رکھی ہے، ہوا اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت پر کبھی آہستہ اور کبھی طوفانی چلتی ہے، سمندروں میں طوفان اور طغیانی لاتی ہے۔

تمام جاندار غذائیں اپنے پیٹ میں ڈالتے ہیں، بعض تو بغیر چبائے کھا لیتے ہیں اور بعد میں جگالی کے لئے خود بخود غذاء منہ میں آتی رہتی ہے، غذاء ہضم ہو کر اللہ کی ہدایت پر جسم کے مختلف اعضاء کو ان کی ضرورت کے مطابق وٹامن کی شکل میں تقسیم ہوتی ہے، حالانکہ جسم میں غذاء کو ہر اعضاء کی مناسبت سے تقسیم کرنے والا کوئی نہیں ہوتا، آنکھوں کو دیکھنے کی طاقت، زبان کو بات کرنے کی طاقت، کانوں کو سننے کی طاقت، دل کو دھڑکنے کی طاقت، دماغ کو سوچنے سمجھنے کی طاقت ملتی رہتی ہے، اور جب انسان کا دنیا سے جانے کا وقت آتا ہے تو غذاء کھانے کے باوجود سب طاقتیں خود بخود ختم ہونا شروع ہو جاتی ہیں، یہ

سب اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا انتظام ہے۔

پانی ہر چیز کو ڈوبا دیتا ہے، مگر مچھلیوں، مگر مچھ، پانی کا گھوڑا، گینڈا، ہاتھی، برف کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو اور انسان کے جہازوں کو تیرنے دیتا ہے، یہ سب اللہ کی ہدایت کے نمونے ہیں، جب آسمان سے برسنے کا وقت آتا ہے تو باریک دھاریوں کی شکل میں برستا ہے، کبھی طوفانی اور کبھی آہستہ برستا ہے، اپنے ساتھ برف کے ٹکڑوں کو گراتا ہے، یا برف کو روئی کے گالوں کی شکل میں برساتا ہے، آخر سمندر کا پانی کس کی ہدایت سے کھارے سے میٹھا بنتا ہے اور سمندروں میں مدّ وجزر کیسے اور کس کی ہدایت پر آتا ہے۔

بہتے پانی کو صاف ہونے کی ہدایت کس نے دے رکھی ہے؟ ہواؤں کے ساتھ اڑنے کی ہدایت کس نے دے رکھی ہے؟ گرم اور ٹھنڈا ہونے اور برف بننے کی ہدایت کس نے دے رکھی ہے؟ سمندروں سے باہر نکل کر سونامی لانے کی ہدایت کون دیتا ہے؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے کرشمے ہیں۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی ہدایت کا طریقہ کار کیا رکھا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی ہدایت ورہنمائی کے دو طریقۂ کار رکھے ہیں:

☆ وہ مخلوقات جن کی زندگی امتحان و آزمائش کی نہیں ہے وہ تمام مخلوقات کو بغیر کسی کتاب، بغیر کسی مدرسہ واسکول کے اور بغیر کسی استاد کے ہدایت ورہنمائی کا طریقہ رکھا ہے، چنانچہ سوائے انسان اور جن کے تمام جاندار اور بے جان مخلوقات کو پیدائشی طور پر فطری ہدایت یافتہ پیدا کرتا ہے، جیسے جیسے وہ بڑھتے ہیں اور پرورش پاتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ان کی زندگی گذارنے اور ذمہ داریوں کی ہدایت ورہنمائی فطرتاً ملتی رہتی ہے، وہ باہر کی ہدایت کے محتاج نہیں ہیں۔

☆ مگر انسان اور جن کو چونکہ دنیا کو امتحان کی جگہ بنایا ہے اس لئے ان کو جانوروں اور دوسری مخلوقات کی طرح پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا نہیں کرتا، اگر وہ پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا ہوتے تو پھر ان کا امتحان نہیں لیا جاسکتا تھا، ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے پیغمبر کے

ذریعہ باہر سے ہدایت حاصل کرنے کا طریقہ کار رکھا، چنانچہ ان کی بیرون سے ہدایت اور ورہنمائی کے لئے آسمان سے پیغمبر پر وحی نازل کرکے رہنمائی حاصل کرنے کی تعلیم دی اور بیرون سے ان کی ہدایت کا طریقہ کار رکھا تب ہی وہ کامیاب اور صحیح زندگی گذار سکتے ہیں۔

انسانی جسم اور اعضاء دوسری مخلوقات کی طرح اندرون سے فطرتاً تربیت پاتے رہتے ہیں، جیسے جیسے پرورش پاتے ہیں فطرتاً خود بخود ہدایت پاتے رہتے ہیں، جب دنیا سے جانے کا وقت آتا ہے تو اللہ کی ہدایت پر اپنی ذمہ داریاں چھوڑ دیتے ہیں۔

سوال:۔ انسانوں کو فطری طور پر ہدایت کا طریقہ کار کیوں نہیں رکھا گیا؟

جواب:۔ چونکہ دنیا انسانوں کے لئے امتحان کی جگہ ہے، اگر انسان بھی دوسری مخلوقات کی طرح فطری طور پر اور پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا ہوتا تو پھر امتحان نہیں لیا جا سکتا تھا، اس لئے کہ وہ بھی دوسری مخلوقات کی طرح وہی عمل کرتا جو اس کی فطرت میں ہوتا، اس کو اپنی مرضی اور چاہت سے ایمان قبول کرنے اور اعمال کرنے کی آزادی اور اختیار نہیں رہتا، اس طرح وہ مرنے کے بعد انعام اور بلند درجات حاصل کرنے اور ترقی سے محروم رہ جاتا، وہ دوسری مخلوقات کی طرح پیدا ہوتا تو فطرتاً جو جو کام کرنا ہوتا مشین کی طرح کرتا اور گذر جاتا، موت کے بعد ختم ہو کر مٹی بن جاتا، جزاء اور سزاء کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے اس کو بیرون سے ہدایت ورہنمائی حاصل کرنے کی آزادی دے کر بہت بڑا رحم کیا ہے۔

سوال:۔ کیا ابتدائی انسان گمراہ تھے جس کی وجہ سے وحی و پیغمبر کا نظم کیا گیا؟

جواب:۔ عام طور پر ایمان سے محروم انسانوں کا یہ خیال اور گمان ہے کہ ابتداء میں پیدا ہونے والے انسان جنگلی، جاہل، علم سے دور، تہذیب و تمدن سے واقف نہیں تھے، ننگے رہتے، جسم پر پتے باندھتے، جانوروں کی طرح پہاڑوں اور درختوں کے نیچے رہتے تھے، آہستہ آہستہ ترقی کرکے اندھیروں سے اجالے میں آئے، یہ بات بالکل غلط ہے، قرآن کہتا ہے کہ ابتداء میں انسان پوری روشنی اور اجالے میں دنیا میں بھیجے گئے، سب ایک ہی امت تھے، ان کا دین اسلام ہی تھا، وہ سب ایک اللہ ہی کی عبادت و بندگی کرتے تھے۔

ذرا غور کیجئے اور یہ بات آسانی سے سمجھ میں بھی آسکتی ہے کہ تمام انسانوں کے ماں باپ حضرت آدم وحوا علیہما السلام جنت میں رہنے کے بعد زمین پر اتارے گئے، اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے زیادہ علم دیا، ملاقات کا طریقہ، سلام جیسی دعاء سکھائی، ہر چیز کے نام بتلائے، جنت کی نعمتیں استعمال کئے، پھر توبہ کا طریقہ بھی سکھایا، وہ پوری طرح توحید سے واقف تھے، یقینی بات ہے کہ جنت کی اعلیٰ تہذیب وتمدن، عمدہ لباس، عمدہ غذائیں، عمدہ سامان اور سواریاں استعمال کرتے تھے، جنت کے محلات میں رہتے تھے، بھلا دنیا میں آکر ان کی اولاد جو ابتداء میں پیدا ہوئی وہ جنگلی، جاہل، گنوار، تہذیب وتمدن سے دور کیسے ہوسکتی ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ جنت میں جیسے ہی ان کا لباس اُتر گیا، ستر کھل گئی تو وہ میاں بیوی ہونے کے باوجود شرم وحیاء سے فوراً اپنے جسم کو بڑے بڑے پتوں سے چھپالیا، وہ توحید سے اچھی طرح واقف تھے، اللہ سے ہی رجوع ہوکر توبہ کی اور اللہ کے احکام کے تحت قانون حیات اچھی طرح جانتے تھے، ان کی اولاد اپنے باپ حضرت آدمؑ جو پہلے پیغمبر تھے انہی کی سرپرستی میں آنکھیں کھولیں، وہ اور ان کی اولاد نے زمین پر اللہ کی طرف سے آنے والے علم سے ہی استفادہ کیا۔

اس طرح حضرت آدمؑ کے بعد حضرت نوحؑ سے کچھ پہلے تقریباً دس صدی تک نسل انسانی راہ راست پر قائم تھی، حضرت آدمؑ کے چلے جانے کے بعد انسان آہستہ آہستہ گمراہی کا شکار ہوگئے اور بعد میں جتنے مذاہب بنے وہ دین اسلام ہی کو بگاڑ کر بنائے گئے، دنیا کے مختلف علاقوں میں انسان پھیلنے کے بعد اپنے گمراہ پیشواؤں کی اطاعت میں الگ الگ فرقے بنالئے اور اسلامی تعلیمات میں غلو کرکے شرکیہ عقائد اور شرکیہ اعمال اختیار کرلئے، اس طرح بے شمار مذاہب بن گئے، انسانوں کی اس خرابی اور بگاڑ کو دور کرنے ہر زمانہ میں پیغمبروں کو بھیجنا پڑا، بار بار وحی کے ذریعہ ہدایات دینی پڑیں۔

سوال:۔ **وحی اور پیغمبر کی مثال کو کس طرح سمجھا جائے؟**

جواب:۔ دینا میں کوئی کمپنی ایک مشین تیار کرتی ہے اور پھر اس مشین کے استعمال کا

طریقہ بتانے کے لئے ایک کیٹلاگ بھی تیار کرتی ہے، جب وہ مشین کسی ملک میں فروخت کرتی ہے تو اس کے ساتھ ایک انجینئر جو اس مشین کو کیٹلاگ کے مطابق چلانے میں ماہر ہوتا ہے لوگوں کی رہبری کے لئے مشین کا کیٹلاگ اور انجینئر کو بھیجتی ہے، انجینئر کیٹلاگ کے مطابق اس کو استعمال کرنے اور درست کرنے کا طریقہ بتلا کر چلا جاتا ہے، (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں) بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مشین کی طرح بنایا اور اس کو زندگی گذارنے کی رہبری کے لئے قرآن مجید کو انسان کا کیٹلاگ بنایا، قرآن مجید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر دنیا میں بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو اپنی زندگی قرآن مجید کے مطابق گذارنے کے احکام وقوانین بتلائے، اس کی تعلیم دی اور خود عمل کر کے مثال اور نمونہ بنے۔

☆ انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ تھیوری کے ساتھ پریکٹیکل دیکھ کر اس تھیوری پر عمل کرتا ہے، اس کو پریکٹیکل کے ذریعہ تھیوری پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی عبدیت وبندگی قرآن کی روشنی میں کس طرح کی جائے اس کی عملی مثال بتلا کر چلے گئے، اب انسان کی یہ مشین کامیابی کے ساتھ اسی وقت چل سکتی ہے جب وہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے تحت چلے، رسول اللہ ﷺ کی نقل میں قرآن پر عمل کریں، اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو قرآن کی چلتی پھرتی مثال بنایا تھا اور انسانوں کے سامنے ماڈل نمونہ رکھ دیا، دنیا کا کوئی بھی علم، کتاب اور استاد کے ذریعہ ہی سیکھا جاتا ہے، صرف کتاب پڑھ کر انسان ہدایت حاصل نہیں کر سکتا، شروع دنیا سے آج تک اور قیامت تک دنیا کا ہر علم جس طرح استاد کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے اور کیا جاتا رہے گا، اسی طرح وحی الٰہی قرآن مجید کا علم سکھانے اور سمجھانے اور اس پر عمل کا طریقہ بتلانے رسول اللہ ﷺ کو روحانی استاد اور معلم بنا کر اللہ نے دنیا میں بھیجا تھا، آپؐ کے بعد امت کے علماء پیغمبر کے جانشین بنے، وہ امت کو کتاب کی تعلیم دیں گے، امت علماء سے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کر کے عمل کرے گی۔

سوال:۔ انسانوں کو زندگی گذارنے کے لئے کس طرح کے علوم چاہئے؟

جواب:۔ انسانوں کو دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے دو طرح کے علوم چاہئے:

(۱) دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھا کر ان کو استعمال کرنے اور دنیا کمانے کا علم۔

(۲) اللہ کی مرضیات پر زندگی گذارنے اور آخرت کی تیاری کرنے والا علم۔

(۱) اللہ تعالیٰ رب ہے، وہ اپنی صفت ربوبیت کے ذریعہ تمام مخلوقات کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے، اسی طرح اس نے انسانوں کی تمام ضرورتیں پوری کرنے کا مکمل انتظام کیا ہے، جس طرح وہ انسان کی جسمانی پرورش کے لئے اور دنیا کی زندگی گذارنے کے لئے زمین، ہوا، پانی، نباتات، جمادات، حیوانات، معدنیات، سورج، چاند، ستارے، تجارت، نوکری، ہنر، حکومتی نظام، ڈاکٹر، دوائیں اور دواخانے سب کا انتظام کیا اور انسان کو مختلف مخلوقات کو اپنی زندگی گذارنے کے لئے استعمال کرنے کا اختیار دیا ہے، جس کی وجہ سے انسان ان تمام چیزوں کا علم اسکول، کالج، یونیورسٹی، اساتذہ، لکچرر اور سائنس دانوں سے حاصل کر لیتا ہے اور علم طب، علم زراعت، علم فلکیات، علم معدنیات اور علم حیوانات وغیرہ سیکھ کر دنیا کی چیزوں کو اپنی زندگی کے لئے استعمال کرتا ہے اور دنیا سے پوری طرح فائدہ اٹھاتا ہے۔

(۲) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی اور اخلاقی ترقی اور حفاظت کے لئے آسمان سے وحی کو پیغمبر پر نازل کر کے اپنا تعارف، توحید، رسالت، آخرت کی مکمل تعلیم دی اور زندگی کا مقصد سمجھایا، انسان یہ علم پہلے حصہ میں بیان کردہ علوم سے حاصل نہیں کر سکتا، اس علم کو وحی الٰہی جو پیغمبر پر نازل ہوئی ہے وہیں سے حاصل کرنا پڑتا ہے، اس علم کا انسان اسی طرح محتاج ہے جس طرح ہوا، پانی، غذا اور روشنی کا محتاج ہے، وحی الٰہی اللہ کی بہت بڑی نعمت اور انعام ہے، انسان اپنی ذاتی محنتوں اور مشقتوں سے وحی حاصل نہیں کر سکتا، یہ علم صرف آسمان سے پیغمبر پر نازل ہوتا ہے۔

اگر انسان صرف پہلے علم سے فائدہ اٹھائے اور دوسرے علم سے فائدہ اور فیض حاصل نہ کرے تو وہ صرف اپنے جسم کی ہی پرورش کر سکتا ہے، اس کی روح مردہ بن جاتی

اور وہ چلتی پھرتی لاش کی مانند زندہ انسان بنا رہتا ہے، اس لئے انسان پہلے علم کے ساتھ ساتھ دوسرا علم بھی حاصل کرے، اس کے بغیر وہ نہ دنیا میں کامیاب زندگی گذار سکتا ہے اور نہ آخرت میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

سوال:۔ کیا دنیا کے علوم سے انسان ہدایت ورہنمائی حاصل نہیں کرسکتا؟

جواب:۔ دنیا کے علوم سے انسان عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات ومعاشرت کی ہدایت ورہنمائی حاصل نہیں کرسکتا، دنیا کے علوم انسان کو مخلوقات کا علم دے سکتے ہیں اور ان کا میکانیزم سمجھا سکتے ہیں، ان کی حفاظت اور استعمال کے طریقے بتا سکتے ہیں اور دنیا کمانے کے طریقے سکھا سکتے ہیں، وہ دنیا کے علوم سے آرام دہ سامان، سواریاں، بنگلے، مکانات بنا سکتے ہیں، انسانوں، حیوانوں اور نباتات کے بیماریوں کا علاج کرسکتے ہیں، مگر انسان آخرت کی کامیابی کا علم حاصل نہیں کرسکتا، جو لوگ صرف دنیا کا علم حاصل کر لیتے اور قرآن مجید اور رسالت محمدیؐ سے فیضیاب نہیں ہوتے وہ بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے کے باوجود مشرک، کافر، زانی، شرابی، جواری، فضول خرچ اور اللہ تعالیٰ کے باغی ہی بنے رہتے ہیں۔

سوال:۔ وحی الٰہی کی تعلیم میں اور دنیا کی تعلیم میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ آسمانی علم وحی الٰہی سے انسان کو حسب ذیل تعلیمات ملتی ہیں:

- ☆ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت والا علم ملتا ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کی مرضیات ونامرضی کا علم ملتا ہے۔
- ☆ دنیا اور مخلوقات کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔
- ☆ دنیا میں انسان وجن کی زندگی کا مقصد معلوم ہوتا ہے۔
- ☆ خالق اور مخلوق کا فرق سمجھ میں آتا ہے۔
- ☆ شرک، کفر اور توحید کی مکمل تعلیم ملتی ہے۔
- ☆ اللہ کی عبادت واطاعت کے طریقے واحکام معلوم ہوتے ہیں۔

☆ دنیا کی چیزوں میں حرام وحلال کا علم ملتا ہے۔

☆ قیامت کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔

☆ میدان حشر اور حساب وکتاب کا علم ملتا ہے۔

☆ جنت، دوزخ اور آخرت سے مکمل جانکاری ہوتی ہے، سب سے اہم چیز دنیا میں انسانوں اور جنوں کو کامیابی اور ناکامی کے راستوں کی تعلیم ملتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام باتیں دنیا کے اسکولس، کالجس اور یونیورسٹیز کی تعلیمات میں نہیں ملتی، دنیا کے اسکولس میں مختلف زبانیں اردو، انگریزی، ٹامل، ہندی وغیرہ سکھائی جاتی ہیں، حساب کرنے کا طریقہ بتلایا جاتا ہے، جغرافیہ اور ہر چیز کی سائنس پڑھائی جاتی ہے اور دنیا کمانے کے طریقے والی تعلیم دی جاتی ہے، ان کے برخلاف وحی الٰہی یہ تمام علوم کی رہبری نہیں کرتی اور نہ انسانوں کو زراعت وتجارت، نوکری کے طریقے سکھاتی ہے۔

سوال:۔ وحی اور رسالت پر ایمان لانے سے انسانیت کو کیا فائدہ ہے اور انکار کرنے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب:۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی انسانیت وحی ورسالت سے فیض یاب ہوئی ہے تو مردہ انسانوں میں ان کی روح زندہ ہوگئی، صحت مند بن گئی اور انکار کرنے یا دور رہنے سے مردہ اور بے جان رہی، گویا وحی ورسالت انسانوں کے لئے روحانی آبِ حیات ہے، اس کی مثال یوں سمجھو۔

جس طرح بارش کا پانی جب برستا ہے تو زمین کے وہ حصے جو نرم اور زرخیز ہوتے ہیں وہ اس پانی کو جذب کر کے اور زیادہ زرخیز بن جاتے ہیں اور اس پر کے تمام مردہ بیج زندہ ہوکر لہلاتے کھیتوں میں کھڑے ہوجاتے ہیں، زمین اس پانی سے سیراب ہوکر اپنے اندر کی چھپی ہوئی مختلف اللہ کی نعمتیں غلہ، اناج، پھل پھلاری کی شکل میں مختلف حصوں سے ظاہر کرتی ہے اور باغوں، کھیتوں اور چمن کی شکلیں اختیار کرلیتی ہے، یہی زمین بارش سے پہلے مردہ پڑی رہتی ہے، اس کے برعکس زمین کے وہ حصے جو سخت پتھریلے اور بنجر

ہوتے ہیں باوجود پانی کے گذرنے کے وہ پانی سے فائدہ نہیں اٹھاتے، بنجر کے بنجر ہی پڑے رہتے ہیں اور اپنے اندر سے کانٹے اور خاردار جھاڑیاں نکالتی ہے اور اس میں زہریلے کیڑے، سانپ اور بچھو گھر بنا لیتے ہیں۔

بالکل اسی طرح وحی ورسالت کی مثال ہے جب انسان وحی ورسالت سے فیض یاب ہوتے ہیں تو اپنی زندگی کو اخلاق حسنہ سے تعمیر کرتے ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ سے دنیا میں امن وسلامتی پھیلاتے ہیں اور اللہ ہی کے عبد اور بندے بنے رہتے ہیں اور دنیا کے لئے مثالی انسان بن جاتے ہیں۔

اس کے برعکس جب انسان وحی ورسالت کا انکار کرتے یا اس سے دور رہتے، شیطان کے بہکاوے میں آکر اخلاق رذیلہ کا شکار ہو جاتے ہیں ایسے انسانوں کی آبادی جنگل کی آبادی سے کچھ کم نہیں ہوتی، وہ شرک، کفر، فسق وفجور، بدعات وخرافات، منافقت، زنا، شراب، جھوٹ، چوری، قتل، خون، فساد اور لوٹ مار جیسے اعمال رذیلہ میں گرفتار رہتے ہیں اور دنیا سے ناکام زندگی گذار کر چلے جاتے ہیں اور جہنم کے حوالے ہو جاتے ہیں۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ کس طرح کے انسانوں کو ہدایت ورہنمائی دیتا ہے؟

جواب:۔ اللہ کی طرف سے وحی الٰہی کی ہدایت ملنا دنیا کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ ہدایت زبردستی نہیں ملتی اور نہ زبردستی انسان کے ساتھ چمٹ کر رہتی ہے، اس ہدایت کے لئے انسان کو اپنے اندر تڑپ اور پیاس رکھنا ہوگا، تعصب، ہٹ دھرمی، ضد اور بغض وعداوت سے دور رہنا ہوگا، اسی وجہ سے یہود، نصاریٰ اور منافقین ہدایت سے محروم رہے، اس ہدایت کے لئے ضمیر کی آواز کا ساتھ دینا ہوگا، ابوجہل، ابولہب ضمیر کی آواز کے خلاف چلے، فطرت کو بگڑنے سے بچانا ہوگا، ورنہ حق سمجھ میں نہیں آتا، نیکی کو پسند کرنا اور بُرائی سے نفرت کرنا ہوگا، حق کو پہچاننے کی فکر رکھنا ہوگا جیسے حضرت سلمان فارسیؓ نے رکھی، انصاف کے ساتھ عقل کا استعمال کرتے ہوئے صحیح اور غلط کی تمیز کرنا ہوگا، یہ ہدایت زبردستی بغیر چاہت کے نہیں ملتی، ابوطالب اسی وجہ سے اس ہدایت سے محروم رہے، جس

طرح انسان آنکھیں بند رکھ کر سورج کی روشنی میں دیکھ نہیں سکتا، اسی طرح وحی کے نازل ہو جانے کے بعد اس کو پڑھ کر یا سن کر عقل کے دروازے بند رکھیں تو وحی سے ہدایت و رہنمائی نہیں مل سکتی، اللہ تعالیٰ آنکھیں بند رکھنے والوں کو روشنی نہیں دکھاتا، جو اپنی روح کو مردہ رکھنا چاہتا ہے اس کو زبردستی زندہ نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جب آزادی و اختیار دیا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ انسانوں کو زبردستی مجبور کر کے ہدایت کے راستے پر ڈالے، وہ چاہتا ہے کہ انسان آزادی سے فائدہ اٹھا کر اپنی پسند اور چاہت سے اللہ کا مسلم یعنی فرمانبردار بندہ بن کر زندگی گذارے، من چاہی زندگی کے مقابلہ رب چاہی زندگی گذارے، وہ زبردستی کسی کو جنت اور کسی کو جہنم میں رکھنا نہیں چاہتا، وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی محنت سے جنت کمائے، وہ دنیا کو امتحان گاہ بنا کر اپنی حکمت ورحمت سے سارے انسانوں کی ہدایت کا انتظام کیا ہے، انسانوں کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا اور نہ مرغی و مچھلی، کی طرح ہدایت کا طریقہ کار رکھا، اگر وہ انسانوں کے لئے باہر سے ہدایت کا طریقہ کار نہ رکھتا تو نعوذ باللہ ظلم ہو جاتا، انسان اللہ کی اس دی ہوئی آزادی سے فائدہ اٹھائے، انسان جب ہدایت کے لئے اپنے اندر تڑپ پیدا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جب اُسے ہدایت بخشنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کا سینہ وحی الٰہی کو سمجھنے کے لئے کھول دیتا ہے، جس سے محبت کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور جس بندے کی گمراہی اور نافرمانیوں اور حق سے انکار پر گمراہی میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے، اس نے اپنے بندے کو ہدایت ورہنمائی قبول کرنے اور توبہ کرنے کی مہلت سکرات کے شروع ہونے سے پہلے پہلے تک دے رکھی ہے، حدیث میں ہے جو انسان منافق بن جاتا ہے اس میں دو بڑی صفات ہوتی ہیں کہ وہ اخلاق و کردار سے دور ہوتا ہے اور دین کی سمجھ سے محروم ہوتا ہے۔

جو لوگ آنکھیں بند کر کے باپ دادا کی اندھی تقلید کرتے ہیں انہیں بھی صحیح راستے کی ہدایت نہیں دیتا، ان کو شیطان کے حوالے کر دیتا ہے۔

سوال:۔ پچھلی قوموں میں اب کونسی قومیں باقی ہیں؟ ان کے لئے کونسی

کتابیں نازل ہوئیں تھیں؟ ان کا مختصر ذکر کیا ہے؟

جواب:۔ پچھلی آسمانی کتاب والی قوموں میں اب یہود اور نصاریٰ دو ہی قومیں دنیا میں باقی ہیں، تورات کو ماننے والے یہود اور انجیل کو ماننے والے عیسائی (نصاریٰ) کہلاتے ہیں، تورات حضرت موسیٰؑ پر، انجیل حضرت عیسیٰؑ پر اور زبور حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی تھیں، قرآن مجید نازل ہوجانے کے بعد یہ کتابیں منسوخ کردی گئیں حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کے عقائد واعمال کو درست کرنے اور تورات کی سدھار کے لئے بھیجے گئے تھے، زبور جوتقریباً حمد سے بھری تھی؛ نصاری زبور کو بھی اولڈ ٹیسٹ منٹ کے نام سے مانتے ہیں، اس کو تورات وانجیل کے ساتھ ملادیا قرآن نے یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب اور بنی اسرائیل کے نام سے پکارا، اس لئے کہ یہ دونوں اسرائیل جو حضرت یعقوبؑ کا نام تھا انہیں کی اولاد ہیں، بعد میں اپنے آپ کو یہود ونصاریٰ کے نام کے مذاہب سے الگ الگ ہوگئے، عیسائی یہودیوں کو گمراہ کہتے ہیں اور یہود عیسائیوں کو گمراہ کہہ کر بی بی مریمؑ پر نعوذ باللہ گناہ کا الزام لگاتے ہیں، ان کے برخلاف قرآن مجید حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت داؤد علیہم السلام اور تورات انجیل اور زبور کی تائید کرتا ہے، بی بی مریمؑ کو پاکباز خاتون بتلاتا ہے اور ان کی پاکی وطہارت کا اعلان کرتا ہے اس کے باوجود عیسائی اور یہودی اسلام کو نہیں مانتے، قرآن کو جھٹلاتے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی لکھی ہوئی انسانی کتاب کہتے ہیں، یہود حضرت عیسیٰؑ کے دشمن ہیں اور انجیل کو نہیں مانتے، اس کے باوجود عیسائی و یہود اسلام کے خلاف دوست بنے ہوئے ہیں۔

سوال:۔ جب اسلام ہی اصل دین ہے تو یہودی وعیسائی مذاہب کیا ہیں؟

جواب:۔ یہودی وعیسائی مذاہب بھی دین اسلام کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام بھی دین اسلام ہی لائے تھے، یہودیت اور عیسائیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے ان مذاہب کو ایجاد کیا، یہ دونوں مذاہب ان کے پیغمبر کے دنیا سے چلے جانے کے بعد وجود میں آئے،

حضرت عیسیٰؑ کو خاص طور پر تورات کی تحریفوں کو درست کرنے بھیجا گیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: میں بنی اسرائیل کی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، حضرت موسیٰؑ کے جانے کے بہت بعد تیسری یا چوتھی صدی قبل مسیح میں یہودیت وجود میں آئی اور حضرت عیسیٰؑ کے بہت بعد عیسائیت وجود میں آئی، ان پیغمبروں سے پہلے حضرت ابراہیم، حضرت، اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف علیہم السلام اور دوسرے کئی پیغمبر آئے جن پر خود یہودی اور عیسائی دونوں بھی ایمان رکھتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر مانتے ہیں۔

ذرا غور کیجئے کہ کیا ان پیغمبروں نے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹا ماننے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی کو پیغمبر نہ ماننے یا تورات اور انجیل کا انکار کرنے، یا رہبانیت اختیار کرنے کی تعلیم دی؟ یا اللہ کو تین ماننے کی تعلیم دی؟ یہ تمام پیغمبر اللہ تعالیٰ کو ایک اور اکیلا ہی ماننے کی دعوت دئے اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنے کی تعلیم دی، یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حق باتوں کو برداشت نہ کرسکے اور دشمن بن گئے، پچھلے تمام پیغمبروں کے زمانہ میں نہ یہودیت تھی اور نہ عیسائیت تھی، وہ سب پیغمبر اللہ کے مسلم تھے اور تمام پیغمبر اپنی اپنی امتوں کو مسلم بننے ہی کی تلقین کئے، ہر ایک نے دین اسلام ہی کا سبق پڑھایا، حضرت موسی اور حضرت عیسی علیہما السلام سے پہلے نہ یہودیت تھی اور نہ عیسائیت تھی، خود ان کے زمانے میں ان مذاہب کا وجود تک نہ تھا، پیغمبر دنیا میں اس لئے نہیں بھیجے گئے تھے کہ ہر ایک اپنے اپنے نام سے نئے دین اور الگ الگ مذہب کی بنیاد ڈالیں اور الگ الگ امت بنائیں، دین اسلام سے ہٹ کر نئے مذہب کی بنیاد ڈالنا گمراہی ہے، راہِ حق، سیدھا راستہ، سچا راستہ، جنت والا راستہ ہمیشہ ایک ہی رہا، ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا، وہ صرف دین اسلام ہے۔

سوال:۔ کیا مسلمان صرف حضرت محمد ﷺ کے ماننے والوں ہی کو کہتے ہیں؟

جواب:۔ دین اسلام صرف اس دین کا نام نہیں ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے

بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک دنیا میں جتنے پیغمبر آئے وہ صرف دین اسلام ہی لے کر آئے تھے، ہر زمانہ اور ہر پیغمبر کے وقت جو انسان ان پیغمبروں پر ایمان لایا اور ان کی بتلائی ہوئی تعلیمات پر اللہ کی عبدیت و بندگی کی، وہ مسلم تھا اور قیامت تک جو بھی صحیح ایمان لا کر زندگی گذارے گا وہ مسلم ہی کہلائے گا۔

مسلم کے معنی ہیں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والا، اس لحاظ سے کائنات کی ہر ہر چیز مسلم ہے، اس لئے کہ وہ صرف اور صرف اللہ ہی کی فرمانبرداری کرتی ہیں، کسی دوسرے کی فرمانبرداری نہیں کرتیں، سورج، چاند، زمین، آسمان، ہوا، پانی، جنات، حیوانات سب مسلم ہیں، انسانوں میں بھی جو تمام نبیوں کے ساتھ آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اللہ کا مطیع وفرمانبردار رہے گا وہ مسلم ہی کہلائے گا۔

جو لوگ وقت کے نبی پر ایمان لائے مگر اس نبی کے گذرنے کے بعد آنے والے نبی پر ایمان نہیں لائے تو وہ پہلے مسلم تھے؛ پھر کافر ہو گئے، مثلاً یہود پہلے حضرت موسیٰؑ پر ایمان رکھتے تھے پھر حضرت موسیٰؑ کے بعد جو یہودی حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے وہ مسلم ہی برقرار رہے، جیسے حضرت عبداللہ بن سلامؓ پہلے یہودی تھے، انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور وہ مسلم ہی برقرار رہے، جن لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ کو نہیں مانا وہ مسلم سے کافر ہو گئے، جن عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بعد رسول اللہ ﷺ کا انکار کیا وہ مسلم نہیں رہے، اسی طرح مسلمان اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو نبی اور پیغمبر مانا یا ان کی طرح مانا تو وہ مسلمان نہیں رہتا، رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں، آپؐ ہی آخری نبی ہیں، آپؐ پر نبوت ختم ہو چکی، آپؐ کے بعد نبیوں کے دنیا میں آنے کا سلسلہ بند ہو گیا۔

سوال:۔ قرآن مجید کا انکار کر کے کس طرح دوسری قوموں نے اپنی کتاب کا انکار اور توہین کی؟

جواب:۔ جو لوگ قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں وہ غیر شعوری طور پر اپنی کتاب کا بھی انکار اور توہین کر رہے ہیں اور اپنی کتاب کو بھی جھٹلا رہے ہیں، اس لئے کہ قرآن مجید پچھلی

تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ اور عطر ہے اور پچھلی تمام آسمانی کتابوں کی تائید کر رہا ہے، پچھلی آسمانی کتابوں میں توحید، رسالت اور آخرت کی جو تعلیم دی گئی تھی؛ ہر زمانہ میں دین یہی رہا ہے اسی کی تعلیم قرآن مجید بھی دے رہا ہے، کوئی نیا دین، نئی توحید اور نئی آخرت نہیں پیش کر رہا ہے، اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ علیہم السلام تک جتنے پیغمبر دنیا میں آئے ان کو اور ان کی تعلیمات کو سچا بتلا رہا ہے، ایسی صورت میں قرآن مجید اور پچھلی آسمانی کتابوں کی جو مشترکہ تعلیم ہے یا اصل دین ہے اگر کوئی انسان قرآن کا انکار کر رہا ہے یا قرآن کو جھٹلا رہا ہے تو گویا وہ غیر شعوری طور پر اپنی کتاب کے دین اور تمام مشترکہ تعلیم کو بھی جھٹلا رہا ہے اور پچھلے پیغمبروں کا بھی انکار کر رہا ہے، اگر قرآن کا انکار کیا جائے تو تمام مشترکہ تعلیم کا انکار ہو جائے گا، اس طرح کی جتنی تعلیم دوسری قوموں میں آئی ان سب کا انکار ہو جائے گا۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے حامد کو چوری کے الزام میں پکڑ لیا گیا، اب عدالت میں ایک دوسرا شخص سعید آ کر گواہی دیتا ہے کہ حامد چور نہیں ہے، جو مال اس کے پاس ہے وہ اس کی ملکیت ہے، میرے پاس اس کا ثبوت موجود ہے، اس پر حامد خود کہتا ہے کہ سعید جھوٹا ہے، میں اس کو سچا نہیں مانتا، اس کے صاف معنی ہوئے کہ حامد خود اپنے آپ کو چور کہہ رہا ہے۔

اس کو دوسری مثال سے یوں سمجھئے کہ یہودی بی بی مریمؑ پر الزام لگاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نعوذ باللہ گناہ سے پیدا ہوئے، اب قرآن مجید بی بی مریم کی پاکدامنی کا اعلان کرتا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے راست اللہ کی قدرت سے پیدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے، ایسی صورت میں عیسائی اگر قرآن کا انکار کر دیں اور جھٹلائیں تو اس طرح وہ بھی غیر شعوری طور پر بی بی مریمؑ پر الزام لگا رہے ہیں۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں کو ایمان بالکتب اور ایمان بالرسالت میں یہ شرط رکھی گئی ہے کہ وہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کو سچا مان کر

ایمان لائیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ ان میں وہی دین پیش کیا گیا تھا جو قرآن مجید میں پیش کیا گیا ہے، اگر کوئی مسلمان پچھلی ایک کتاب کا بھی انکار کردے تو وہ غیر شعوی طور پر قرآن مجید کا انکار کررہا ہے، اس لئے مسلمان اجمالی طور پر تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لاکر اپنی کتاب کے ساتھ سب کتابوں کی تصدیق کرتے ہیں، پچھلی کتابوں کو جھٹلاتے نہیں، قرآن نے اہل کتاب کو یہ تعلیم دی کہ کم از کم قرآن اور تمہاری کتابوں میں جو باتیں مشترکہ ہیں ان پر اتفاق کرواوران تعلیمات کی تائید کرو، دنیا کے سامنے ان تعلیمات کے سچے ہونے کی گواہی دو۔

ہر زمانہ میں مسلمان آسمانی کتابوں کے ان تمام حصوں کی تائید کرتا رہا جو قرآن اور دوسری کتابوں میں مشترک ہیں، ان کو جھٹلاتا نہیں، چاہے وہ تعلیمات کسی مشرک ہی کی زبان سے سنے، مثلاً اگر کوئی مشرک اللہ کا صحیح تعارف بیان کررہا ہے، رسالت کی تصدیق کررہا ہے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح واقعات اور ارشادات بیان کررہا ہے یا آخرت کے صحیح حالات بیان کررہا ہے تو کوئی مسلمان انکار نہیں کرتا، ادب واحترام اور محبت سے سنتا اور تائید کرتا ہے، اگر مسلمان دوسری قوموں کی طرح صرف اپنی کتاب کو مان کر پچھلی آسمانی کتابوں کا انکار کردیں، انہیں جھٹلائیں، ان پر ایمان نہیں رکھیں گے تو پوری مشترکہ تعلیم کا انکار ہوکر قرآن مجید کے ایک بڑے حصے کا بھی غیر شعوری طور پر انکار ہوجائے گا۔

سوال:۔ قرآن مجید میں اور اُس وقت کی آسمانی کتابوں میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید اور اس وقت کی آسمانی کتابوں میں بہت بڑا فرق ہے، اس لئے کہ وہ بہت زیادہ تحریف (تبدیل) شدہ ہیں، وہ جن جن زبانوں میں نازل ہوئی تھیں اب وہ ان کی اصلی زبانوں میں نہیں ہیں، صرف ان کا ترجمہ بگڑی ہوئی حالت میں دوسری زبانوں میں موجود ہے، وہ جن جن زبانوں میں نازل ہوئی تھیں وہ زبانیں اب دنیا میں باقی نہیں ہیں، یہودیوں نے حبرو Hebro زبان کو پھر زندہ کیا ہے، انجیل عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی، مگر کتاب کے اصلی الفاظ ان کے پاس نہیں ہیں، ان کتابوں میں اللہ کا کلام، نبی کا کلام، نبی کے صحابہ کا کلام، مفسرین کی تشریحات، تاریخ کے بگڑے ہوئے قصے کہانیاں، پچھلے

پیغمبروں کے تعلق سے غلط واقعات، فقہی مسائل اور بہت سی غلط فحش اور بے حیائی و بے شرمی کی باتیں ملادی گئی ہیں، یہ جاننا بہت مشکل ہے کہ کونسا کلام اللہ کا ہے اور کونسا کلام پیغمبر کا ہے اور کونسا کلام ان کے صحابہ کا ہے، قرآن مجید کے نازل ہوجانے کے بعد اللہ نے تمام پچھلی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے، ان میں توحید، رسالت آخرت کے تعلق سے ایسی ایسی باتیں بیان کی گئیں ہیں جس کی وجہ سے اللہ کو مخلوق جیسا بنادیا گیا اور مخلوق کو اللہ کے ساتھ ملا دیا گیا، آخرت کے تعلق سے کچھ ایسی باتیں بیان کی گئیں اور ایسے عقیدہ لکھے گئے کہ جس سے عقیدۂ آخرت بے معنیٰ ہو کر رہ گیا، یہ کتابیں اس وقت شرک اور توحید کا ملا جلا مرکب بن گئی ہیں، پھر ان کتابوں پر عملی نمونہ جاننے کے لئے ان کے پیغمبروں اور صحابہؓ کی زندگی کے حالات بھی اصلی صورت میں باقی نہیں ہیں، غرض پچھلی کتابوں پر اب عمل نہیں کیا جا سکتا، انسان ان سے خالص اللہ کی عبدیت و بندگی نہیں سیکھ سکتا، ان کے برعکس قرآن مجید چودہ سو سال پہلے جس زبان میں نازل ہوا اسی طرح اُسی زبان میں آج تک محفوظ ہے، اس کی زبان زندہ زبان ہے، جس کے جاننے والے ساری دنیا میں موجود ہیں، ہر جگہ ہر ملک میں اس کی اشاعت اس کی اصلی زبان عربی کے ساتھ ہوتی ہے، ترجمے علاحدہ لکھے جاتے ہیں، مسلمان اس کو من وعن اس کی اصلی زبان ہی میں تلاوت کرتا ہے، ہر روز نمازوں میں پڑھتا، لاکھوں حفاظ ہر زمانہ میں اسے اس کی اصلی زبان میں حفظ کرتے ہیں، معانی اور مضامین کے ہر روز ساری دنیا میں درس دئے جاتے ہیں، دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی یہی کتاب ہے، قرآن مجید چودہ سو سالوں سے خالص نازل ہونے والے الفاظ کے ساتھ کلامِ الٰہی کے نام سے شائع ہوتا ہے، پیغمبر کے ارشادات حدیث رسول کے نام سے علاحدہ بیان کی جاتی ہیں، مفسرین کی تفسیر بھی علاحدہ بیان کی جاتی ہے، فقہی مسائل کی علاحدہ تشریح ہوتی ہے، تاریخ اسلام کے عنوان پر علاحدہ کتابیں لکھی گئی ہیں، صحابہؓ کی زندگیوں کے حالات علاحدہ بیان کئے گئے ہیں، قرآن مجید پر عمل کرنے اور سمجھنے کے لئے صاحب قرآن کی زندگی کے حالات و واقعات اور تمام ارشادات کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہے، جس سے قرآن مجید کو سمجھنے اور اس

کے مطابق عمل کرنے میں بہت بڑی مدد ملتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی زندگی خود قرآن مجید کی چلتی پھرتی مثال تھی، دنیا میں کسی دوسرے پیغمبر کی زندگی کے صحیح حالات اس طرح محفوظ نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے، ہر زمانہ میں مسلمان بچے اس کو حفظ کر کے اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں، اس کے علاوہ دنیا کی کسی دوسری کتاب کے من وعن حافظ نہیں ملیں گے، اب تو پرنٹ میڈیا آچکا ہے، اس میں ذراسی بھی تبدیلی کرنا ناممکن ہے، تورات، انجیل اور زبور کو ہر زمانہ میں ترجمے لکھ کر تحریف اور تبدیل کیا جاتا رہا۔

سوال:۔ جو لوگ اب پچھلی کتابوں پر عمل کر کے زندگی گذار رہے ہیں کیا وہ ایمان والے کہلا سکتے ہیں اور کیا وہ کامیاب ہو سکتے ہیں؟

جواب:۔ جو لوگ اب پچھلی کتابوں پر ہی زندگی گذار رہے ہیں وہ گمراہی پر ہیں، باوجود وہ اللہ کو مانتے اور حضرت آدم سے حضرت موسیٰ علیہم السلام تک دوسرے پیغمبروں کو مانتے ہیں، آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہوں وہ ایمان والے نہیں کہلا سکتے، وہ کافر و مشرک ہیں، اس لئے کہ وہ حضرت موسیٰ کو مانتے ہیں تو حضرت موسیٰؑ کی نبوت ختم ہو چکی ہے اور ان کی لائی ہوئی کتاب تورات بھی منسوخ ہو چکی ہے، وہ اپنے نبی اور کتاب سے ہٹ کر حضرت عیسیٰؑ اور انجیل اور رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کو جھٹلاتے اور نہیں مانتے، اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا دور ختم ہو چکا، اللہ نے انجیل کو بھی منسوخ کر دیا مگر حضرت عیسیٰؑ کی قوم رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کو جھٹلاتی اور نہیں مانتی، یہ دونوں قومیں اپنے نبیوں اور کتابوں کے ساتھ غلو کر کے اللہ کی نافرمانی کر رہی ہیں اور حق کا انکار کر رہی ہیں اور تمام کتابوں کا نچوڑ اور لیٹسٹ ایڈیشن قرآن مجید اور موجودہ نبی کو نہیں مانتیں انکار کرتی ہیں، اس لئے وہ نہ اب مسلمان باقی ہیں اور نہ ایمان والے ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی حکومت جس طرح پرانے ایڈیشن کے مرکزی اہم مضامین کو یعنی تمام پرانے ایڈیشن کا مواد ایک نئے ایڈیشن میں شائع کرے اور تمام پرانے ایڈیشن اور کورس کو آؤٹ آف ڈیٹ اور منسوخ بتلائے، اب اگر کوئی طالب علم اولڈ ایڈیشن ہی سے امتحان دینا چاہے اور

موجود کورس کو نہ مانے تو کامیاب نہیں ہوسکتا، یہی حال یہود ونصاریٰ کا ہے کہ وہ اللہ کی موجودہ ہدایت ورہنمائی کو ماننے سے انکار کررہے ہیں۔

سوال:۔ کیا موجودہ زمانہ کی کتابوں کو اصلی مان کر ایمان لانا چاہیئے؟

جواب:۔ موجودہ زمانہ میں جو آسمانی کتابیں تورات، انجیل اور زبور کے نام سے مشہور ہیں وہ اصلی آسمانی کتابیں نہیں ہیں، اب ان کو اصلی آسمانی کتابیں نہیں مان سکتے، اس لئے کہ یہ وہ اصلی کتابیں نہیں جو حضرت موسیٰ، حضرت داؤداور حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر نازل ہوئی تھیں، اس لئے کہ وہ اصلی حالت میں باقی نہیں ہیں، ان میں بہت زیادہ تبدیلیاں کردی گئی ہیں، اسلامی عقیدہ وایمان کے لحاظ سے مسلمان اُن اصلی تورات اور انجیل کو سچی آسمانی کتاب مانتا ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئیں اور اُن پر ایمان رکھنے کا عقیدہ رکھتا ہے، جس طرح دوسری تمام کتابوں کو سچی مان کر اجمالی ایمان رکھتا ہے۔

سوال:۔ تمام کتابوں اور قرآن مجید پر ایمان لانے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ ایمان بالکتب کے ذریعہ تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے جن کو ہم جانتے اور نہیں جانتے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف پیغمبروں پر نازل ہوئے تھے ان کو سچا ماننا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں کہہ کر اجمالی ایمان رکھنا ہوگا، مگر قرآن مجید کو تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ اور عطر جان کر قرآن مجید پر ایمان لا کر صرف قرآن ہی کے مطابق عمل کرنا ہوگا، اسی کو نجات کا راستہ سمجھنا ہوگا اور یہ ایمان رکھنا ہوگا کہ اب قیامت تک کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کی آخری وحی قرآن مجید ہی رہے گی، قرآن مجید کے علاوہ دوسری تمام کتابوں کو منسوخ ماننا ہوگا، اسی پر عمل کرنے سے انسانوں کو نجات ملنے کا عقیدہ وایمان رکھنا ہوگا۔

سوال:۔ قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں کی کس طرح تصدیق وتائید کرتا ہے اور کس طرح وہ تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ ہے؟

جواب:۔ پچھلی کتابوں کے جو مرکزی مضامین توحید، رسالت اور آخرت تھے؛ قرآن مجید بھی انہی کی تعلیم دے رہا ہے، جس طرح ان کتابوں میں توحید اور آخرت کی جو

تعلیم دی گئی تھی وہی تعلیم من وعن قرآن مجید بھی دے رہا ہے اور خالص اللہ واحد ہی کی عبادت واطاعت کی تعلیم دے رہا ہے، پچھلی کتابوں میں جس طرح میدان حشر، جنت، دوزخ اور حساب وکتاب کو بیان کیا گیا تھا وہی چیزیں قرآن مجید بھی بیان کررہا ہے، فرشتوں کے بارے میں پچھلے انبیاء علیہم السلام اور کتابوں نے جو حقیقت پیش کی وہی قرآن سمجھارہا ہے کہ وہ اللہ کی ایک مطیع وفرمانبردار مخلوق ہے، حکمِ الٰہی سے کائنات کے انتظامات کرتی ہے، اسی طرح ہر زمانہ میں جو نبی اور رسول آئے ان کو اللہ کی طرف سے بھیجنے اور اپنی اپنی امتوں کو اللہ کی اطاعت وبندگی کی تعلیم دینے اور طریقۂ بندگی سکھانے کو بیان کرتا ہے، اور ہر پیغمبر اور نبی نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک وکفر سے روکا، خالص توحید اختیار کرنے کی تعلیم دی، وہی چیز قرآن مجید بھی دے رہا ہے تقدیر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کو جس طرح پچھلی کتابوں میں سمجھایا گیا وہی قرآن مجید تفصیل کے ساتھ بیان کررہا ہے، صرف ہر زمانہ میں شریعتیں الگ الگ تھیں، پیغمبر بدلتے رہتے تھے، اطاعت وبندگی کے طریقوں میں کچھ فرق تھا، مگر دین تمام کتابوں میں وہی تھا جو قرآن پیش کررہا ہے، شریعتوں میں فرق تھا، ہر امت کو ان کے اپنے حالات کے اعتبار سے اطاعت کے احکام دئے گئے تھے۔

سوال:۔ ''ہر زمانہ میں دین ایک ہی رہا'' اس کے معنی کیا ہیں؟

جواب:۔ اسلامی تعلیم کے دو حصے ہیں ایک ہے بنیاد، دوسرا ہے اس کا ڈھانچہ، بنیاد سے مراد ایمان (عقیدہ) اور ڈھانچہ سے مراد اطاعت وبندگی کے طریقے شریعت۔

☆ دین اسلام کی بنیاد ایمان (عقیدہ) سے مراد اللہ پر ایمان لانا، فرشتوں پر ایمان لانا، کتابوں پر ایمان لانا، رسولوں پر ایمان لانا، آخرت پر ایمان لانا اور تقدیر پر ایمان لانا یہی دین اسلام ہے، اسی پر پوری اطاعت وبندگی کا دارومدار ہے، یہ دین کی بنیاد ہے۔

☆ ہر زمانہ میں دین اسلام یہی رہا، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی، البتہ ہر جگہ اور حالات کے اعتبار سے شریعتوں میں تبدیلی رہی، کہیں کم اور کہیں زیادہ احکام دئے گئے، مگر عقیدۂ ایمان جو اصل دین کی بنیاد ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، جو توحید کی تعلیم حضرت

آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے دی وہی توحید کی تعلیم حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، سارے پیغمبروں نے اللہ کا تعارف ایک ہی طرح کروایا، سارے پیغمبروں نے عقیدہ آخرت میں دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینے اور جزاء اور سزاء کی تعلیم بھی وہی دی، اور ہر زمانہ میں انسان کو دین اسلام قبول کرنے کے یہی شرائط تھے کہ وہ اس وقت کے پیغمبر اور اس زمانہ کے لحاظ سے جو کتاب اور صحیفے اترے ہیں ان پر ایمان لا کر پیغمبر ہی کی اتباع میں کتاب پر عمل کریں، جو جس پیغمبر کا ماننے والا ہو وہ اپنے اپنے علاقہ میں اسی پیغمبر کی اتباع میں اللہ کے احکام پر چلیں، اس لئے قرآن نے کہا سارے پیغمبروں کا دین ایک ہی تھا، سب ہی نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کی تعلیم توحید، رسالت اور آخرت کے عقیدہ کے ساتھ دی، اس لئے ہر زمانہ میں دین صرف ایک ہی رہا۔

سوال:۔ وحی کا آنا انسانیت کے لئے اچھا تھا، پھر قرآن مجید کے بعد اب کیوں سلسلہ بند کر دیا گیا؟

جواب:۔ بے شک وحی کا آنا انسانیت کے لئے بہت اچھا اور فائدہ مند ہے، مگر وحی رسالت صرف پیغمبر پر نازل ہوتی ہے غیر نبی پر نہیں، اللہ تعالیٰ بڑے حکیم و دانا ہیں، پیغمبروں کو دنیا میں بھیجنے کا سلسلہ بند کر دیا اور حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی بنا کر ختم نبوت کر دی گئی، اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، قرآن مجید کو آخری وحی بنا کر قیامت تک کے لئے رکھ دیا گیا اور اللہ نے خود حفاظت کی ذمہ داری لے لی، رسول اللہ ﷺ کو بھی آخری پیغمبر بنا کر رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو قیامت تک کے لئے جاری رکھا، قرآن کے ساتھ رسول کی عملی زندگی کا نمونہ اور مثال ہونا بھی ضروری تھا اس لئے رسول ﷺ کی زندگی کو قرآن مجید کی چلتی پھرتی عملی مثال بنا دیا تھا، قرآن کے ساتھ صاحب قرآن کی عملی زندگی سے انسانوں کی تربیت کے لئے رسول اللہ ﷺ کے دنیا میں موجود نہ رہنے کے باوجود آپ کی زندگی کے پورے حالات اور آپؐ کے ارشادات اور آپ کے صحابہؓ کی

تربیت کے طریقوں کو حدیثوں کے ذریعہ محفوظ کردیا تاکہ امت پیغمبر کی کمی محسوس نہ کرے، دنیا میں پچھلی آسمانی کتابوں کے کسی پیغمبر کی زندگی کے حالات اور ارشادات صحیح صحیح محفوظ نہیں ہیں، ان کو اپنی کتاب پر عمل کرنے کے لئے پیغمبر کا صحیح عملی نمونہ ہی نہیں۔

سوال:۔ **اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسانوں کو وحی کی ضرورت کب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ وحی کو کن کن حالات میں نازل کرتا ہے؟**

جواب:۔ ☆اگر کسی قوم کو وحی کے احکام ہی نہ ملیں اور ان میں پیغمبر ہی نہ آئے۔

☆ اگر کوئی قوم نبی کے جانے کے بعد کتاب کی تعلیمات کی حفاظت نہ کرے یا ان میں تبدیلیاں کردے اور اصل شکل بگاڑ کر گمراہی پر زندگی گذارے۔

☆ یا پھر کسی قوم کی سدھار کے لئے، خاص طور پر وقتی اور عارضی احکام ملے ہوں، محدود وقت کے لئے شریعت دی گئی ہو۔

☆ یا نبی کے دنیا سے چلے جانے کے بعد تعلیمات کو قلمبند نہیں کیا گیا اور تعلیمات بھول گئے ہوں یا ضائع کردئے گئے ہوں۔

☆ یا اللہ تعالیٰ آسمانی کتابوں کو منسوخ کردے تو نئی کتاب کی ضرورت ہوتی ہے۔

دنیا میں دوسری جتنی آسمانی کتابیں اور صحیفے آئے تھے وہ نہ ساری دنیا کے لئے نازل ہوئے تھے، نہ ہمیشہ کے لئے ان میں عبدیت وبندگی کے طریقے ان قوموں کے حالات کے مطابق دئے گئے تھے، ہر امت کو ان کے حالات کے اعتبار سے اطاعت کے احکام دئے گئے تھے، مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہونے والے لڑکا لڑکی کا دوسری مرتبہ پیدا ہونے والے لڑکا لڑکی سے مخالف سمت میں نکاح کرسکتے تھے، زکوۃ کو پہاڑ پر رکھ دیا جاتا، قبول ہونے والی زکوۃ کو آگ آکر جلادیتی، روزہ کی تعداد، مدت اور وقت لمبا ہوتا تھا، روزوں کے دوران راتوں میں بیویوں سے الگ رہنے کے احکام تھے، روزہ کھولنے کے بعد جو کھالیں بس وہی سحری شمار ہوتی، پھر کوئی چیز نہیں کھاسکتے تھے، نمازیں امت محمدیہ کی طرح پانچ وقت کی فرض نہیں تھیں بلکہ کم تھیں،

ایک خاص دن عبادت کا تھا، اس میں دنیا کے کاروبار نہیں کرسکتے تھے۔

غرض پچھلی کتابوں میں دین ایک ہی تھا مگر شریعتیں کچھ الگ الگ تھیں، تمام دنیا کے انسانوں اور قیامت تک کے لئے عالمگیر شریعت نہیں دی گئی تھی، اس کے برعکس قرآن کے ذریعہ پوری دنیا کے انسانوں اور ہر ملک اور زمین کے ہر خطے کے انسانوں کے لئے عالمگیر شریعت دی گئی، جو ہر زمانہ کے لحاظ سے موزوں ومفید ہے، اس کے تمام احکام مکمل اور ہر وقت کے لئے ہیں، اب اس میں کسی اضافہ اور کمی کی ضرورت ہی باقی نہیں، قرآن مجید کو اللہ نے چودہ سو سال پہلے نازل کیا اور اس کی مکمل حفاظت کا انتظام وہ خود کررہا ہے، اب جبکہ وہ اصلی حالت میں محفوظ ہے اور صاحب قرآن کی زندگی کے عملی حالات بھی محفوظ ہیں تو ایسی صورت میں نئی وحی کی ضرورت باقی نہیں رہی، اللہ تعالیٰ کوئی کام بیکار نہیں کرتا، خواہ مخواہ نئی وحی بغیر ضرورت کے نازل نہیں کرتا، اب نئی وحی نازل کرنے سے کچھ فائدہ بھی نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے، قرآن کے مختلف زبانوں میں متن کے ساتھ ترجمے بھی شائع ہوچکے ہیں، انسانوں کو آسانی سے اللہ تعالیٰ کے احکام معلوم ہوجاتے ہیں، ہر زبان میں اس کے دروس دینے والے علماء ساری دنیا میں موجود ہیں۔

سوال:۔ **غیر مسلم قرآن مجید کو رسول ﷺ کی لکھی ہوئی انسانی کتاب کہتے ہیں، ان کو کس طرح سمجھایا جائے کہ یہ نبی اللہ کا کلام لے کر آئیں ہیں؟**

جواب:۔ اگر غیر مسلم محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت پڑھیں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ جس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا اس وقت عرب ہی نہیں ساری دنیا میں ٹیلیفون، وائرلیس سسٹم، فیاکس، ریل گاڑیاں، موٹر کاریں، ہوائی جہاز وغیرہ نہیں تھے، ریڈیو، ٹی وی، اخبارات، پریس، کاغذ اور نہ کتابیں چھپتی تھیں، نہ عرب میں اسکول تھے نہ کالج، نہ یونیورسٹیاں تھیں نہ لائبریریاں تھیں اور نہ عربوں میں لکھنے پڑھنے کا عمومی شوق و مزاج تھا، تقریباً عرب کے سارے لوگ اَن پڑھ تھے، پھر عرب کا تمام علاقہ خشک ریگستان، جو نہ زراعت کے قابل تھا نہ سیر وتفریح کے قابل تھا، دور دور تک میلوں پانی اور سبزہ دستیاب

نہیں ہوتا تھا، راستے بہت تکلیف دہ تھے، ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک جانے مہینوں اونٹوں پر سفر کرنا پڑتا تھا، راستوں میں لوٹ مار، ڈکیتی اور قتل وغیرہ بہت ہوتے تھے، یا پھر راستہ میں سفر کا توشہ اور پانی ختم ہو جائے اور نہ ملے تو انسان خود ہی بھوک پیاس کی تاب نہ لا کر مر جاتے تھے؛ جس کی وجہ سے باہر کے ملکوں والا بھی وہاں کوئی نہیں آتا تھا۔

☆ پھر عرب کا علاقہ ریگستانی ہونے کی وجہ سے پوری دنیا سے کٹا ہوا الگ تھلگ تھا، دوسرے علاقوں سے لوگ ریگستانوں کی وجہ سے وہاں آنے تیار نہ ہوتے تھے، نہ کسی کو ان علاقوں سے دلچسپی تھی؛ جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ تہذیب وتمدن اور علم وہنر نہ پا سکے، زیادہ تر خشک پہاڑوں کے سلسلہ کی وجہ سے جھاڑی تک نہ ہوتی، لوگ میلوں ریت کی وجہ سے راستہ بھٹک کر مر جاتے، دور دور تک آبادیاں بھی نہیں تھیں، لوگ زیادہ تر خانہ بدوشی کی قبائلی زندگی گذارتے تھے، اونٹ اور بکریاں پال کر یا دوسرے مقامات پر جا کر تجارت کر کے زندگی گذارتے تھے، زیادہ تر زنا، چوری، شراب، لوٹ مار، قتل وغارت گری، جوا اُن کی محبوب عادتیں تھیں، ہر قبیلہ آزاد، کوئی قانون اور ضابطہ حیات بالکل نہیں تھا، جہالت کا یہ عالم تھا کہ پانی پر یا اونٹ چرانے پر یا قتل وخون کا بدلہ لینے پر برسوں لڑائیاں ہوتی تھیں، نسل در نسل جنگ اور دشمنی رہتی تھی، انسانوں کو لوٹ کر غلام بنالیا جاتا، سارے عرب میں بت پرستی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، کعبۃ اللہ کو 360 بتوں سے بھر دیا گیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے پہلے والد کا انتقال ہوگیا، والدہ بھی بچپن میں انتقال کر گئیں، جس عمر میں تعلیم وتربیت حاصل کرنا تھا اس عمر میں بکریاں چرا کر زندگی گذاری، پھر جوان ہونے کے بعد لوگوں کا مال لے جا کر دوسرے علاقوں میں تجارت کرتے تھے، اس علاقہ میں کوئی بڑا عالم وفاضل بھی نہیں تھا جو آپ کی تعلیم وتربیت کر سکے، آپ لکھنے پڑھنے سے بالکل واقف نہ تھے، نہ نام تک لکھنا جانتے تھے، نہ کبھی شعر وشاعری کی محفلوں میں حصہ لیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے باہر بھی کسی دوسرے ملک کے تجارتی سفر کے دوران جو مختصر سفر ہوتا تھا کبھی کسی سے علم حاصل نہیں کیا اور چالیس

سالہ عمر تک سارے مکہ کو معلوم تھا کہ آپ اُمّی ہیں، کبھی کسی کتاب اور قلم تک کو ہاتھ نہیں لگایا اور نہ کسی مدرسہ میں گئے اور نہ کسی عالم کی صحبت میں وقت گذارا، نہ نبوت سے پہلے توحید و رسالت اور آخرت کی باتیں بیان کیں اور نہ وعظ و تقریر کی، نبوت ملنے سے کچھ وقت پہلے تک بھی آپ نہیں جانتے تھے کہ آپ کو نبی آخر الزماں بنایا جانے والا ہے اور آپؐ پر قرآن مجید جو قیامت تک کی رہنمائی کرنے والی کتاب ہے نازل ہونے والی ہے، عرب و عجم اس کتاب کے آگے عاجز اور مجبور رہیں گے، پھر اللہ نے قرآن مجید کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۴۰ سال بعد سے ۶۳ سال کے ہونے تک نازل کیا، یہ ایک ایسی عمر ہے جس میں انسان کے علم سیکھنے اور حاصل کرنے کا وقت تقریباً ختم ہوجاتا ہے، ان تمام حالات کو جاننے کے باوجود اگر کوئی یہ الزام دے کہ قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کی لکھی ہوئی کتاب ہے تو یہ زیادتی و گمراہی اور حق کا انکار ہوگا اور اس کی نادانی ہوگی۔

سوال:۔ پچھلے آسمانی مذاہب میں اب حقوق العباد اور مختلف شعبوں کے آداب کی مکمل تعلیم کیوں نہیں ہے؟

جواب:۔ دنیا کے پچھلے آسمانی مذاہب میں ماں باپ کے حقوق، اولاد کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق یا مہمانوں کے آداب، تجارت کے آداب، غسل و طہارت کے آداب، لباس کے آداب وغیرہ اس لئے اب مکمل موجود نہیں؛ کیونکہ ان کے پیغمبروں کی زندگی کے حالات، ارشادات اور تعلیمات محفوظ نہیں ہیں، اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے حالات آپ کے ارشادات اور آپ کے اعمال کو اللہ نے محفوظ رکھا ہے اور زیادہ تر حقوق العباد اور زندگی کے مختلف شعبوں کے آداب احادیث میں بیان کئے گئے ہیں، اس لئے ہمیں قرآن و حدیث سے مکمل رہبری ملتی ہے، پچھلے مذاہب میں اصل کتاب ہی میں تبدیلیاں کردی گئیں، وحی کی تعلیم بھی محفوظ نہیں ہے، پیغمبر کی زندگی قصے کہانیوں کی طرح بیان کی گئی ہے جس کی وجہ سے ان کے ماننے والوں کو ان کی زندگی سے رہبری نہیں ملتی، مثلاً حضرت عیسیٰؑ کی خیالی فوٹو میں ڈاڑھی اور زلفیں مسلمانوں جیسی

بتلائی جاتی ہیں، مگران کے ماننے والے کوئی بھی ویسی داڑھی اور زلفیں نہیں رکھتے، نن، سسٹر اور برادر جو لباس پہنتے ہیں وہ مسلمانوں جیسا ہے مگرعوام وہ لباس نہیں پہنتے۔

سوال:۔ یہود ونصاریٰ نے کس طرح اپنی کتابوں کو پس پشت ڈالا؟

جواب:۔ وہ کتاب کے احکام کو تبدیل کر دیتے تھے، ان میں کی حرام باتوں کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا، ان کی آیات کا معنیٰ و مفہوم کو بدل ڈالا اوران سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے ان کو تعویذ گنڈوں، جھاڑ پھونک کی کتاب بنا ڈالا، اور لوگوں سے پیسے لیکر اس کی آیات لکھ کر فروخت کرتے تھے، کتاب کے کچھ احکام جن سے ان کو فائدہ ہوتا اس پرعمل کرتے اور جن احکام سے نقصان ہونے کا ڈر ہوتا ان پرعمل نہیں کرتے تھے، ان میں تاویلات نکالتے تھے، ان کے علماء بہت ساری باتیں لکھ کر یا بیان کر کے اس کو خدا کا کلام کہتے تھے، کتابوں کی تعلیمات جو قرآن مجید کی تائید کرتیں ان کو چھپاتے تھے، حق کے مقابل باطل کا ساتھ دیتے تھے، باوجود رسول اللہ ﷺ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر پہچاننے اور نشانیاں جاننے کے حسد، بغض اور جلن کی وجہ سے ان کا انکار کرتے تھے۔

سوال:۔ مسلمان کس طرح اپنی کتاب کو پس پشت ڈالیں گے؟

جواب:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں سے ایک نشانی یہ ہے کہ تم کتاب پرعمل کرنا چھوڑ دو گے، صحابہؓ نے تعجب سے پوچھا کہ ہم تو کتاب پڑھتے اور اہل و عیال کو تعلیم دیتے ہیں، پھر کیسے عمل کرنا چھوڑ دیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے یہود و نصاریٰ کو نہیں دیکھا کہ وہ کتاب الٰہی تو ضرور پڑھتے ہیں مگر اس پرعمل نہیں کرتے، قرآن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے امت مسلمہ کے افراد کی شکایت کریں گے:

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُورًاo اور رسول کہیں گے: اے پروردگار! بیشک میری قوم اس قرآن کو بالکل چھوڑ بیٹھی تھی۔ (فرقان:۳۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ ۷۲ر فرقوں میں بٹ گئے، میری امت ۷۳ر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ (نسائی)

دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا: میری امت سابقہ امتوں کے طور طریقوں کو بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ تقلید کرے گی، اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تب بھی تم ان کی پیروی کرو گے۔ (بخاری)

مسلمانوں نے بھی کتابِ الٰہی کو جھاڑ پھونک کی کتاب اور برکت کی کتاب بنالیا ہے، اس کی تلاوت خوب کرتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کررہے ہیں۔

دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے اور قرآن مجید میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی سورۃ سورۂ فاتحہ ہے، مگر مسلمانوں کی بڑی تعداد سورۂ فاتحہ کے معنیٰ اور مطلب ہی سے واقف نہیں ہے، مسلمان قرآن کو بغیر سمجھے تبرک، ثواب اور برکت کی خاطر پڑھتے ہیں، اس سے فائدہ اٹھانا نہیں جانتے ہیں یا فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے اور نہ اس کے مطابق زندگی گذار رہے ہیں، تقریباً ہر حکم کی خلاف ورزی کررہے ہیں۔

سوال:۔ ایمان بالکتب میں کمزوری کی وجہ سے مسلمان قرآن کے کون کون سے احکام کی جان بوجھ کر کھلے عام خلاف ورزی کررہے ہیں؟

جواب:۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ایمان بالکتب میں کمزوری کی وجہ سے حسب ذیل احکام کی کھلے طور پر خلاف ورزی کررہے ہیں:

☆ قرآن مجید نے سختی کے ساتھ شرک سے منع کیا ہے، اکثر مسلمان اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان حاصل نہ کرکے اللہ تعالیٰ کی صفات، حقوق اور اختیارات میں غیر شعوری طور پر شرک کررہے ہیں، ان کو شرک اور توحید کا فرق ہی معلوم نہیں ہے۔

☆ قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کی تعلیم دی اور یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر چلنے سے سختی سے منع کیا، اس کے باوجود مسلمان قرآن کے حکم کے خلاف یہود ونصاریٰ کی اتباع کرتے اور انہی کے کلچر کو پسند کرتے ہیں۔

☆ قرآن مجید نے دن میں پانچ نمازیں مسلمانوں پر فرض کی ہیں، اس کے برعکس اکثر مسلمان صرف جمعہ کی نماز کا اہتمام کرتے ہیں اور بعض تو وہ بھی نہیں کرتے۔

☆ قرآن مجید نے خاص طور پر فضول خرچی سے منع کیا اور فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے، اس کے باوجود اکثر مسلمان بے انتہاء فضول خرچی کرتے ہیں۔

☆ قرآن مجید نے ایمان والی عورتوں کو پردہ اختیار کرنے کی تعلیم دی، اس کے باوجود مسلمان عورتیں پردہ کو پسند نہیں کرتیں اور بے حیائی کے ساتھ نیم عریاں لباس پہن کر بے پردہ رہتی اور گھومتی پھرتی ہیں۔

☆ قرآن مجید نے عورتوں سے مہر باندھ کر نکاح کرنے کی تعلیم دی، اس کے خلاف بہت سے لوگ عورتوں سے رقم لیکر نکاح کرتے ہیں، مہر وقت پر یا بالکل ہی ادا نہیں کرتے۔

☆ قرآن مجید نے یہ تعلیم دی کہ ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ اور حاکموں کو رشوت مت دو، اس کے برخلاف اکثر مسلمان شادی بیاہ کے نام پر یا رشوت کے نام پر یا دھوکہ دہی کے ذریعہ ایک دوسرے کا مال ناحق کھا جاتے ہیں، قرض لیکر واپس نہیں کرتے، آفیسروں کو دنیا کے مختصر فائدہ کی خاطر رشوت دیتے ہیں۔

☆ قرآن مجید نے وعدہ کی پابندی کرنے اور امانت دار بننے کی خاص طور پر تعلیم دی، اس کے خلاف اکثر مسلمان وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت کے عادی ہیں، لوگوں کی دُکانوں، مکانوں اور جائیداد کو کرایہ پر لیکر ان پر ناجائز قبضہ کر کے پیسے وصول کرتے ہیں۔

☆ قرآن مجید نے ایمان والوں کو جھوٹ بولنے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اور جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بتلائی، اکثر مسلمان کثرت سے جھوٹ بول کر تجارت کرتے ہیں، دنیا کے فائدوں کے لئے جھوٹے مقدمات ڈالتے ہیں اور لوگوں کو ناحق پھنساتے ہیں اور ان سے ناجائز مطالبات کرتے ہیں۔

☆ قرآن مجید نے لہو ولعب کے کاموں سے منع کیا ہے، مسلمان ناچ گانا بجانا، ٹی وی کے ڈراموں، فلموں اور جاہلانہ رسموں کے شوقین بنے ہوئے ہیں۔

☆ قرآن مجید نے دنیا کی کم؛ آخرت کی زیادہ فکر کرنے کی تعلیم دی، مسلمان عقیدۂ آخرت میں کمزوری کی وجہ سے آخرت کی کم اور دنیا کی زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

سوال:۔ کیا قرآن مجید صرف مسلمانوں کی ہدایت کیلئے نازل کیا گیا؟

جواب:۔ نہیں! قرآن مجید تو مسلمان اور غیر مسلموں سب کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل کیا گیا ہے، مسلمانوں کو دنیا میں اللہ نے دوسرے انسانوں کا استاد اور رہبر اور غیر مسلموں کو ان کا شاگرد بنایا، اب مسلمانوں پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن کو سمجھیں، اسی کے مطابق زندگی کا مظاہرہ کریں اور قرآن کی چلتی پھرتی عملی زندگی کی مثال بنیں، اور دنیا کی دوسری قوموں کو قرآن کی دعوت دیں اور قرآنی تعلیمات سے ان کو قول اور عمل کے ذریعہ واقف کرائیں، اگر مسلمان اللہ کے پیغام کو دوسروں تک نہیں پہنچائیں گے تو وہ کل قیامت کے دن اللہ کے سامنے جوابدہ رہیں گے۔

قرآن مجید کی دعوت کو پہنچانے میں غیر مسلموں سے اگر ظلم وزیادتی اور مار پیٹ ہو تو اُسے اللہ کے واسطے صبر کے ساتھ برداشت کریں، اللہ تعالیٰ نے ان کو ختم نبوت کے بعد دنیا کے سدھار کا ذمہ دار بنایا ہے، اگر وہ اس میں غفلت اور کوتاہی کریں گے اور اپنی ذمہ داری ادا نہیں کریں گے تو وہ دنیا کے دوسرے انسانوں کی گمراہی اور بگاڑ کے ذمہ دار ٹھہریں گے، دوسری قومیں قرآن کو سمجھنے سے پہلے مسلمانوں کی عملی زندگی کو دیکھیں گی اور پڑھیں گی، ان کی زندگی کو قرآن سے چیک کریں گی۔

سوال:۔ رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں زندہ معجزے کونسے ہیں؟

جواب:۔ اللہ نے دنیا میں مختلف پیغمبروں کو بھیجا اور ان کی سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے ہر ایک کو معجزات دیئے تھے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یدِ بیضاء یعنی آپؑ اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر نکالتے ہی تھے کہ بے انتہاء چمکدار نورانی ہو جاتا اور آپ کا عصاء سانپ بن جاتا، یا پھر اسی عصاء کو سمندر پر مارنے سے سمندر میں راستہ بن گیا، یا چٹان پر مارتے ہی بارہ چشمے پھوٹ پڑے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے بات کرتے اور مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مارتے ہی وہ اللہ کے حکم سے جاندار بن جاتے، کوڑھی اور بیمار انسانوں پر ہاتھ پھیرنے سے ان کے جسم اچھے ہو جاتے، جیسے معجزات

دیے گئے، ہر پیغمبر کے معجزات ان کی زندگی کے بعد ختم ہو گئے، اب اگر کوئی ان معجزات کو دیکھنا چاہے تو نہیں دیکھ سکتا، اسی طرح اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو بھی بہت سے معجزے دیے تھے اور وہ بھی آپؐ کے ساتھ ختم ہو گئے، مگر رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا زندہ معجزہ قرآن مجید ہے، یہ ایک ایسا زندہ معجزہ ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور آپؐ کی زندگی میں بھی اپنا بھرپور اثر دکھایا اور زندگی کے بعد بھی زائد از چودہ سو سال سے برابر اپنا اثر دکھا رہا ہے، اللہ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے، اگر آج کوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء لاکر معجزہ دکھانا چاہے تو وہ عصاء اپنا اثر نہیں دکھا سکتا، نہ خود ہارون علیہ السلام اس زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غیاب میں اس عصاء سے کوئی معجزہ دکھا سکتے تھے، دوسرے انسانوں کے ہاتھوں میں وہ صرف ایک عام لکڑی کی طرح لکڑی رہے گی، مگر قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کا ایسا معجزہ ہے کہ اس کو جب چودہ سو سال پہلے انسانوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے پیش کیا تو اس وقت بھی اس معجزہ سے انسانوں کے اندر زبردست انقلاب اور تبدیلیاں آئیں اور وہ ذلت سے عزت دار، کامیاب اور نیک انسان بن گئے اور آج رسول اللہ ﷺ کے بعد آپؐ کا ادنیٰ امتی بھی اس کو دنیا کے کسی بھی انسان کے سامنے پیش کرے گا تو وہ اُسے مان کر ایمان لائے تو آج بھی ان انسانوں کی زندگیوں میں زبردست تبدیلیاں اور انقلاب برپا ہو جاتا ہے اور وہ دنیا میں مثالی بن سکتے ہیں، غرض اس معجزہ نے اُس زمانہ میں بھی اپنا اثر دکھایا اور اِس زمانہ میں بھی اثر دکھا رہا ہے اور قیامت تک زندہ معجزہ بن کر رہے گا، اور یہ بات قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے سچے ہونے کی زبردست دلیل بھی ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا دوسرا بڑا معجزہ آپؐ کے ارشادات، اعمال اور سنتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی محفوظ رکھا ہے، کسی پیغمبر کی زندگی کے حالات اور ارشادات اتنے محفوظ نہیں جتنے رسول اللہ ﷺ کے ہیں، آج بھی کوئی انسان ان کو پڑھے اور سنے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے ہی زمانہ کی کسی زندہ شخصیت کے حالات پڑھ یا سن رہے ہیں، آپؐ کی سنتوں پر عمل کرنے سے انسان اپنے آپ کو نورانی ماحول میں پاتا ہے، گویا اللہ

تعالیٰ قرآن مجید جو سب سے بڑا معجزہ ہے اس کے عملی نمونہ کو بھی ہمیشہ کے لئے زندہ رکھا، پچھلی آسمانی کتابوں کی اصلی شکل بھی موجود نہیں ہے اور وہ جن پیغمبروں پر نازل ہوئیں ان کی زندگی کے حالات بھی سچ اور جھوٹ کے ساتھ قصے کہانیوں کی شکل میں موجود ہیں اور ان سے کتاب کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔

سوال:۔ کیا سائنسی علوم اور ماڈرن ایجوکیشن کی وجہ سے قرآن مجید کے احکام میں تبدیلی کی ضرورت ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے نازل کیا گیا، اس وقت انسان سائنس وٹکنالوجی اور ماڈرن ایجوکیشن میں بہت پیچھے تھا، لیکن قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد اللہ نے انسانوں کو سائنس وٹکنالوجی میں خوب ترقی عطاء فرمائی، چنانچہ آج اس کی تہذیب وتمدن، علمی تحقیقات، سائنس وٹکنالوجی میں بہت اضافہ ہوا ہے اور انسان کا دنیوی علم آسمان سے باتیں کر رہا ہے، اس کے باوجود قرآن مجید کا یہ کرشمہ ومعجزہ ہے کہ اس نے انسانوں کی ہدایت اور کامیابی کے لئے جو معاشرتی، اخلاقی، معاملات، عقائد وعبادات کے لئے جو اصول وضابطہ اور جو کلچر وتہذیب دیا اور سمجھایا ہے اس کا آج بھی بڑے سے بڑا پڑھا لکھا انسان چاہے وہ سائنس وٹکنالوجی میں آسمان پر ڈورے ڈال لے یا ماڈرن ایجوکیشن سے نئی نئی ریسرچ کا ماہر کیوں نہ بن جائے وہ قرآن مجید ہی کا محتاج ہے اور محتاج ہی رہے گا، اس کتاب پر ایمان لا کر عمل کرے بغیر وہ نہ کامیاب زندگی گذار سکتا ہے اور نہ سکون وچین حاصل کر سکتا ہے، آج کے ترقی یافتہ دور میں اور آج کی زندگی کے ہر شعبہ کے ماہرین انسان سائنس وٹکنالوجی میں ترقی کرنے کے باوجود قرآن سے بہتر سیاسی قانون، معاشرتی قانون، تعزیراتی قانون، معاشی قانون، اقتصادی قانون، جنگی قانون، تجارتی قانون وغیرہ نہ بنا سکے اور نہ قرآن سے بہتر ضابطۂ اخلاق وعقائد وعبادات کا نظریہ دے سکے، قرآن سے بہتر تہذیب وتمدن نہ دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکتے ہیں، اور نہ کوئی قرآن سے بہتر اللہ تعالیٰ کا تعارف کروا سکتا ہے، آج بھی دنیا کی ساری کتابیں، سارے مذاہب، ساری

دنیاداری کا انسانی علم، قرآنی علوم اور حدیث کے سامنے پھیکے، بے حیثیت اور ہیچ ہیں، اور وہ انسانوں کی صحیح ہدایت و رہبری سے مجبور اور عاجز ہیں، یہ صرف قرآن مجید کی خصوصیت و معجزہ ہے کہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورتوں اور آیتوں میں معنیٰ اور مفہوم کے وہ سمندر چھپے ہوئے ہیں جن کی تشریح اور تفسیر کے لئے آج ساڑھے چودہ سو سالوں سے لاکھوں بڑے بڑے اہل علم قرآن وحدیث نے لاکھوں کتابیں لکھیں اور لکھی جارہی ہیں اور قیامت تک لکھی جاتی رہیں گی، اگر قرآن مجید انسان کی لکھی ہوئی کتاب ہوتی تو اس میں ایسا اثر ایسی کیفیت اور ایسا کمال نہ ہوتا، جیسے جیسے دنیا ترقی کرتی جارہی ہے انسان اس کا اتنا زیادہ ضرورت مند اور محتاج بنتا جارہا ہے، جو باتیں چودہ سو سال پہلے قرآن مجید نے بیان کی ہیں وہ آج انسان سائنس کے ذریعہ ترقی کر کے ان کو جاننے کی کوشش کر رہا ہے اور سائنس خود قرآن کی تصدیق کر رہی ہے، قرآن کی کسی بات کو غلط ثابت نہیں کر سکتی، قرآن کا یہ اعجاز اور کمال خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے رسول ہونے کی دلیل ہے۔

دنیا میں ہزاروں کتابیں لکھی جاتی ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی تہذیب و تمدن ترقی اور خیالات کے تبدیل ہونے کی وجہ سے بہت ساری باتیں بدل جاتی ہیں یا غلط ثابت ہوجاتی ہیں، بہت سارے قوانین وضوابط اور اصول بنائے جاتے ہیں جن میں بہت ساری کمیاں رہ جاتی ہیں اور وہ ہر زمانہ کے لحاظ سے نہیں چل سکتے، ان کو تبدیل کرنا پڑتا ہے، دنیا کے بہت سے غیر مسلم جو اسلام کو نہیں مانتے وہ خود قرآن کے اصول اور ضابطوں کے تحت اپنے قانون بنانے پر مجبور ہیں، قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت ہی نہیں اور نہ اس کے کسی حکم میں، ظلم، خرابی اور نقص ہے۔

سوال:۔ کیا قرآن نے قیامت تک آنے والے انسانوں کو چیلنج کیا ہے کہ اس جیسی دس آیتیں یا ایک چھوٹی سی سورۃ ہی بنا کر لائیں؟

جواب:۔ قرآن چونکہ عربی زبان میں ہے، اس لئے اس کی خوبیاں پوری طرح وہی انسان سمجھ سکتا ہے جو وہ تمام علومِ عربی اچھی طرح جانتا ہو جو قرآن سمجھنے کیلئے ضروری ہیں۔

آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے خود قرآن نے قیامت تک آنے والے انسانوں کو یہ چیلنج دیا ہے کہ اگر کوئی انسان قرآن مجید کو انسانی کلام سمجھتا ہے تو وہ اپنے تمام اہل علم کو جمع کر کے اس جیسی ایک چھوٹی سورۃ ہی بنالائیں، چنانچہ اسی چیلنج کے تحت کعبۃ اللہ کی دیوار پر سورۂ کوثر کو لکھ کر لٹکا دیا گیا تھا، عرب جو زبان عربی بہت اچھی طرح جانتے بولتے اور اچھی طرح استعمال کرتے تھے ان کو اپنی زبان پر بڑا غرور اور گھمنڈ تھا، وہ ساری دنیا کو گونگا سمجھتے تھے، ان کا خود ایک شاعر سورۂ کوثر کے ختم پر آخر میں ایسے الفاظ لکھنے پر مجبور ہوگیا: **ما هذا کلام البشر**۔ یہ انسان کا کلام نہیں ہوسکتا۔

عربی زبان جو لوگ بولتے، جانتے اور سمجھتے ہیں اس میں اور قرآن کی عربی زبان میں فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے، خود رسول اللہ ﷺ جن پر قرآن مجید نازل ہوا آپؐ نے جو احادیث بیان فرمائیں ہیں اس زبان اور قرآن کی زبان ایک جیسی نہیں، اگر قرآن حضرت محمد ﷺ کا بیان کردہ کلام ہوتا تو احادیث اور قرآن کی زبان ایک جیسی ہی ہوتی، بھلا ایک ہی انسان کے منہ سے دو طرح کا کلام کیسے نکل سکتا ہے، اس لئے عرب لوگوں کے سامنے قرآن مجید پیش کیا گیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے ایسا فصیح و بلیغ کلام سن کر دنگ رہ گئے اور ان کو کہنا پڑا کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے،

دنیا میں جتنی مذہبی کتابیں ہیں ان کو پڑھنے میں وہ سرور اور کیفیت پیدا نہیں ہوتی جو قرآن کے پڑھنے اور اس کی قراءت میں ہے، اس کی قراءت سے صرف مسلمان ہی متاثر نہیں ہوتے بلکہ غیر مسلم بھی کان کھڑے کر دیتے ہیں، اس کے الفاظ، معنیٰ اور تفسیر کو سمجھنے سے گندے اور مردہ انسانوں کی زندگی میں پاکی اور جان پیدا ہو جاتی ہے، اس کے پڑھنے اور عمل کرنے والوں کے چہروں پر نور آجاتا ہے، جس کی زندہ مثال ان بچوں کو دیکھئے جو قرآن حفظ کرتے ہیں۔

دنیا کی تمام مذہبی اور آسمانی کتابیں رکھنے والے یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ان کے پاس وہی کتاب ہے جو خالص ان کے پیغمبر پر نازل ہوئی تھی اور یہ اصلی خدائی کلام ہے، مگر

ہاں یہ دعویٰ صرف اور صرف قرآن مجید کر سکتا ہے اور صرف قرآن مجید ہی کو کلامُ اللہ یعنی Word of Allaah کہا جا سکتا ہے، اس لئے کہ اس میں چودہ سالوں سے خدائی الفاظ محفوظ ہیں، (اور وہ صرف اس لئے کہ اس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے اور قیامت تک وہ محفوظ رہے گا اور سابقہ کتابوں کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے نہیں لیا تھا اس لئے وہ محفوظ نہیں رہے، ان میں تحریف کردی گئی) اور دوسری تمام آسمانی کتابوں میں یہ جاننا بہت مشکل ہے کہ کونسے الفاظ کلام اللہ ہیں اور کونسے انسانوں کے لکھے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ ان میں تاریخ کو بھی ملا کر اللہ کا کلام کہا جاتا ہے۔

سوال:۔ اللہ نے قرآن مجید میں اپنا رنگ اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے، تو وہ اللہ کا رنگ کونسا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ، آیت:۱۳۸ر میں فرمایا: **صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَمَنۡ أَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً وَّنَحۡنُ لَهٗ عَابِدُوۡنَ.** اللہ کا رنگ اختیار کرو! اور اللہ تعالیٰ سے اچھا رنگ کس کا ہوگا، ہم تو اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

پہلے زمانہ میں یہودیوں کے پاس ایک رسم تھی کہ جو شخص بھی یہودیت میں داخل ہوتا تو اس کے سارے پچھلے گناہ دھونے کے تصور سے اس کو ایک خاص رنگ کے پانی میں غسل دیا جاتا تھا، اسی کو بعد میں عیسائیوں نے بھی اختیار کیا اور یہ رسم آج تک ان میں جاری ہے، عیسائیت قبول کرنے والے کو ایک خاص رنگ کے پانی میں غسل دے کر اس کے پاک ہونے کا تصور کیا جاتا ہے، اس کو ان کی زبان میں بپتسمہ Baptisum کہتے ہیں اور سمجھا جاتا ہے کہ اس میں مسیحیت قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو چکی ہے، اسی طرح پیدا ہونے والے بچہ کو بھی خاص رنگ کے پانی میں غوطہ دے کر یہ تصور کرتے ہیں کہ یہ عیسائیت کو سمجھنے کے قابل ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ اس طرح پانی کو رنگ دار بنا کر غوطہ دینے سے اور رنگ چڑھانے سے انسان پر اللہ کا رنگ نہیں چڑھتا، پانی کا جو بھی رنگ ہو وہ تو

آہستہ آہستہ ہلکا اور پھیکا پڑ جاتا ہے، انسانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ کا رنگ اختیار کریں جو تمام رنگوں میں سب سے بہترین، سب سے اعلیٰ اور سب عمدہ اور سب سے پیارا اور ہمیشہ جمے رہنے والا رنگ ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ بظاہر لال، پیلے، ہرے، نیلے رنگوں سے پاک ہے، وہ تو ہر رنگ سے پاک ہے، پھر آخر اس نے یہاں رنگ اختیار کرنے کی تعلیم کیوں دی؟ دراصل انسان کی کم عقلی اور نادانی کو ایک تمثیل سے سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا رنگ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نقل کرنے، اس کی صفات کا سایہ بننے سے چڑھتا ہے، اسی سے اس کی مرضی و پسند پر چل کر تقویٰ حاصل کیا جاسکتا ہے، اس نے یہ تعلیم دی کہ اے انسانو! اس نے تم کو زمین پر خلیفۃ الارض بنایا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا اور تم کو دنیا میں بحیثیت خلیفۃ الارض کے اپنی صفات کی نقل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں زندگی گذارنے کی تعلیم دی، اس کی رضاء اور سلامتی کا راستہ تقویٰ والی زندگی ہے، جو تم کو اس کی صفات کا رنگ یا سایہ اختیار کرنے سے ملے گی، اے انسانو! تم شیطان کے دھوکہ اور فریب میں آکر دنیا کے ان معمولی اور ہلکے رنگوں کے بجائے اللہ کے بھیجے ہوئے نازل کی ہوئی آخری وحی کے رنگ کو اختیار کرو، تمام پیغمبروں نے اللہ کی صفات کی نقل کر کے یہ رنگ حاصل کیا، اسی رنگ میں تمہارے لئے خوبصورتی، سکون، حفاظت، عافیت، اطمینان اور جاذبیت، کشش اور عزت و کامیابی ہے، اس کے برعکس دنیا کے یہ معمولی رنگوں میں تم کو نہ حقیقی خوبصورتی ہے اور نہ حقیقی سکون، حقیقی عافیت اور ہمیشہ کی عزت نہیں مل سکتی، دنیا کے یہ جھوٹے رنگ دنیا ہی میں تمہاری موت ہی کے ساتھ ختم ہوجاتے ہیں، اگر تم خلیفۃ الارض بن کر شیطانی صفات کے ساتھ زندگی گذاروگے تو وہ شیطانی رنگ اور ناکام زندگی ہوگی، باقی اور ساتھ آنے والا رنگ صرف اور صرف اللہ کا رنگ ہے، جو تم کو عزت اور کامیابی دلائے گا، اس میں یہود و نصاریٰ کیساتھ امت مسلمہ کو بھی یہ تعلیم دی گئی کہ جب تم اللہ کو رب مانتے ہو تو اس کی نقل میں مخلوقات کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں دوڑو، جب تم اللہ کو رحم کرنے والا مانتے ہو تو انسانوں پر رحم کرو، جب تم اللہ کو ہادی مانتے ہو تو اللہ کے

بندوں کی ہدایت کے لئے تڑپو، جب تم اللہ کو صبور مانتے ہو تو اس کی نقل میں صبر کرنے والے بنو، جب تم اللہ کو عفو و درگذر کرنے والا مانتے ہو تو اس کی نقل میں تم بھی عفو و درگذر سے کام لو، جب تم اللہ کو خالق مانتے ہو تو تم بھی اللہ کی پیدا کردہ چیزوں سے فائدہ مند چیزیں بنا کر لوگوں کی مدد کرو اور قوت کے ساتھ زندگی گذارو، جب تم اللہ کو المقسط اور عدل کرنے والا مانتے ہو تو اللہ کی نقل میں عدل و انصاف کرنے والے بنو، جب تم اللہ کو ودود مانتے ہو تو اس کی طرح محبت کی نقل کرو، جب تم اللہ کو رزاق مانتے ہو تو دوسروں کے رزق کا بھی انتظام کرو، خود غرض نہ بنو، ظالم نہ بنو، ناانصافی نہ کرو، بے حیاء و بے شرم نہ بنو، جھوٹ مت بولو، فحش بات مت کہو، ساری مخلوق اللہ کا کنبہ اور خاندان ہے، تم ویسی ہی نقل کرو جیسے اپنے مالک کو پہچانتے ہو، اسی رنگ سے تم میں تقویٰ و پرہیزگاری پیدا ہوگی اور یہ رنگ تمہیں صرف آخری وحی قرآن مجید میں ملے گا، اسلام نے اپنے ماننے والوں میں عورتوں کو دنیا کی خوبصورتی میں اضافہ کرنے، بننے اور سنورنے کے لئے مختلف رنگوں کے لباس پہننے کی اجازت دی ہے اور مردوں کو سفید رنگ کا لباس اور میت کو سفید رنگ کا کفن پہنانے کی ترغیب دی، مگر اللہ کی عبدیت و بندگی کرنے کے لئے اپنا تعارف صفات کے ذریعہ کروا کر ان صفات کی نقل میں تقویٰ اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے، اسی کو اللہ کا رنگ کہا اور یہ سب رنگوں میں اچھا، عمدہ، پاکیزہ اور پختہ رنگ ہے، اس نے سارے انسانوں کو سمجھایا کہ اللہ کی عبدیت و بندگی کے لئے خاص رنگ کے کپڑے پہننے یا روپ اختیار کرکے ڈھونگ رچانے کی ضرورت نہیں، عبدیت و بندگی کا روپ اختیار کرکے خاص قسم کا روپ اختیار کرکے اپنے آپ کو اللہ والے ظاہر کرکے، زنا، لوٹ، قتل، شراب، جوا، لوگوں کو گمراہ کرنے یا ناحق مال کھانے یا حرام کھا کر اوپر سے نیک انسان اور اندر سے شیطان بن کر نہ رہو؛ بلکہ اپنے دل اور دماغ کو اللہ کے رنگ میں رنگ لو۔

دنیا میں جب انسان کسی بھی پانی میں کوئی رنگ ڈالتا ہے تو پھر وہ اپنی حالت پر باقی نہیں رہتا، پوری طرح اس رنگ کو اختیار کرلیتا ہے، اسی طرح جب کسی کپڑے کو کسی رنگ

دار پانی میں ڈالتے ہیں تو اس کے روئیں روئیں میں وہ رنگ چڑھ جاتا ہے اور وہ مکمل اس رنگ کا ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ سے جب عبدیت وتعلق کا دعویٰ کرتے ہو تو محمد رسول اللہ ﷺ پر جو آخری شریعت قرآن مجید اتاری گئی ہے اس پر ایمان لاکر حضرت محمد ﷺ کے طریقہ کے مطابق اس وحی کی اتباع کرو، تب ہی تم اللہ کے رنگ میں رنگ سکتے ہو، اس آخری وحی قرآن مجید کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ کے رنگ کی بھرپور تعلیم دیتا اور انسان کے ظاہر و باطن کے رونگٹے رونگٹے میں اپنے رنگ کے اثرات کو بھر دیتا ہے اور انسان کی زندگی کے ہر شعبہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نورانیت اور روشنی کے سایہ کو تقویٰ کی شکل میں ظاہر کرتا ہے، دنیا کے مختلف مذاہب کے انسان اللہ سے نسبت جوڑ کر اپنے آپ کو ذہنی طور پر اللہ کے رنگ والا سمجھتے ہیں، مگر ان کی زندگیوں میں تقویٰ و پرہیزگاری دور دور تک نظر نہیں آتی، وہ اللہ سے نسبت جوڑنے کے باوجود عقائد اور اعمال میں شیطانیت اور حیوانیت کے رنگ میں رہتے ہیں، اور دنیا کے تمام انسانوں کے ساتھ رحم، عفو و درگذر، صبر، ربوبیت، محبت، ہمدردی، مدد، انصاف، امانت داری اور سچائی جیسے اوصاف سے خالی ہوتے ان میں رتی برابر اللہ کا رنگ نظر ہی نہیں آتا، اللہ کا رنگ رکھنے والے لوگ خاص لباس، خاص قسم کی شکل وصورت بنا کر لوگوں کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا نہیں کرتے، بلکہ وہ لوگوں میں اخلاص اور للّٰہیت کی بنیاد پر علاحدہ پہچانے جاتے ہیں، اپنی علاحدہ شناخت رکھتے ہیں، ان کے ظاہر و باطن سے اللہ کا رنگ خود بخود ظاہر ہوتا ہے، وہ زندگی کا اوڑھنا بچھونا قرآن وحدیث کو بناتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کر کے اللہ کی صفات کا پَرتو اور سایہ بن کر اللہ کے رنگ کو ظاہر کرتے ہیں، جو ایمان والے ایمان رکھ کر رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے دور ہوتے اور یہود و نصاریٰ کی نقل میں زندگی گذارتے وہ بھی اللہ کے رنگ سے دور ہوتے ہیں۔

سوال:۔ انسان انسان کے لئے ضابطۂ حیات اور قانون کیوں نہیں بنا سکتا؟

جواب:۔ انسان انسانوں کے لئے کوئی ضابطۂ حیات اور قانونِ زندگی نہیں بنا سکتا، اس لئے کہ انسانی عقل کو علم و تجربہ حاصل کرنا پڑتا ہے، وہ خود ہر چیز کو نہیں جان سکتی، عقل،

عمر اور تجربہ کے لحاظ سے بڑھتی رہتی ہے، بہت سارے کاموں میں عقل غلطی بھی کرتی ہے، دنیوی کاموں میں انسانی عقل کی مدد سے جو بھی علم حاصل ہوتا ہے وہ نامکمل اور ناقص بھی ہوتا ہے، اس میں زیادہ تر وہم، اندازہ اور گمان کا غلبہ ہوتا ہے اور ہر کوئی اس پر متفق نہیں ہوتا، انسان انسان کی تمام ضروریات اور فطرت سے واقف بھی نہیں ہوتا، جب وہ انسانوں کے لئے کوئی قانون یا ضابطۂ حیات بنائے گا تو اپنی سمجھ مکمل نہ رکھنے کی وجہ سے ناقص و نامکمل قانون اور ضابطہ بنائے گا، وہ دنیا کے تمام انسانوں سے انصاف نہ کر سکے گا، اس قانون میں وہ اپنی قوم اور ملک کی طرفداری کرتے ہوئے دوسرے انسانوں سے تعصب کرے گا، اسی طرح وہ قانون کسی کے لئے ظلم اور کسی کے لئے فائدہ مند ہوگا، اس قانون کے ذریعہ وہ دوسری قوموں کو ستانے اور غلام بنائے رکھنے کی کوشش کرے گا، انسانوں کے لئے صحیح ضابطۂ زندگی اور قانونِ زندگی صرف ان کا خالق ہی بنا سکتا ہے، اس لئے کہ وہی انسانوں کی فطرت، طبیعت اور صفات سے واقف ہے، اور وہی انسانوں کے لئے فطری ضابطۂ زندگی کا قانون صحیح بنا کر دے سکتا ہے اور انسان اسی کے بنائے ہوئے ضابطۂ زندگی کو آسانی سے قبول کرتا ہے، اسی لئے اللہ نے ہر زمانہ میں انسانوں ہی میں سے بہترین انسانوں کو منتخب کر کے اپنا نمائندہ بنایا اور نبوت و رسالت عطا فرمائی اور ان پر وحی نازل کر کے انسانوں کو طریقۂ زندگی اور ضابطۂ زندگی بتلایا، آخر میں قرآن مجید کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کر کے اپنی آخری وحی بنا کر نزولِ وحی کا سلسلہ بند کر دیا، اب قیامت تک اللہ کی رضاء، منشاء اور طریقۂ زندگی معلوم کرنے کی واحد کتاب قرآن مجید ہی ہے جو انسانوں کی فطرت کے عین مطابق ہے۔

سوال:۔ مسلمانوں کی کامیابی، ترقی، سکون وعزت کا راز کس میں ہے؟

جواب:۔ مسلمانوں کو دنیا میں کامیابی، ترقی، سکون اور عزت اسی وقت مل سکتی ہے جب وہ اپنی زندگی کو قرآن مجید کے مطابق بنائیں گے، صحابہ کرامؓ کو جو مقام اور عزت و سکون ملا تھا وہ قرآن مجید پر عمل کرنے ہی سے ملا تھا، اگر مسلمان قرآن کے خلاف زندگی

گذاریں گے اور اس کے احکام کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کریں گے تو دنیا میں ناکام اور نامراد، بے عزت، اللہ کی مدد سے محروم اور بے سکون رہیں گے، ان پر ظالم لوگ مسلط کردئے جائیں گے، ان کا رُعب ودبدبہ کا اثر دوسری قوموں پر نہیں پڑے گا، ان پر ذلت طاری ہوجائے گی اور زندگیوں میں بے برکتی پیدا ہوجائے گی اور ان پر مصیبت، بیماریاں اور اختلافات جیسے عذابات بھی آسکتے ہیں۔

سوال:۔ قرآن مجید کے حقوق ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنے کے لئے قرآن کے حسب ذیل حقوق ادا کرنا ہوگا، تب ہی ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور انعامات کے مستحق بن سکتے ہیں اور دنیا میں کامیاب زندگی گذار سکتے ہیں، قرآن مجید کے حسب ذیل حقوق ہیں، ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کو بچپن کی بنیادی دینی تعلیم ہی میں قرآن مجید کے یہ حقوق اچھی طرح یاد دلائیں تاکہ ان کے ذہنوں میں یہ حقوق پتھر کی لکیر کی طرح بیٹھ جائیں اور اپنی زندگی میں ان کو ادا کرنے والے بنیں۔

(۱) قرآن مجید پر صحیح طریقہ سے ایمان لایا جایا: ایمان بالکتب کے اقرار کے ذریعہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اس پر ایمان ہی صحیح طریقہ سے نہیں رکھتی، باپ دادا کی اندھی تقلید میں تقلیدی طور پر اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتی ہے اور تعجب وافسوس کی بات ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام مان کر بھی توحید اور شرک میں فرق ہی نہیں رکھتی، شرکیہ عقائد واعمال کے ساتھ زندگی گذار رہی ہے اور کئی فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئی ہے۔

ذرا غور کیجئے! ایمان کس چیز کا نام ہے؟ ایمان دراصل زبانی اقرار کے ساتھ ساتھ دل کے یقین کی کیفیت کا نام ایمان ہے، دل میں جتنا زیادہ یقین پختہ اور مضبوط ہوگا؛ عمل بھی اسی کے مطابق ہوگا، مثلاً آپ کسی کمرہ میں رات گذارنا چاہتے ہوں اور کوئی آکر آپ کو یہ اطلاع دے کہ اس کمرے میں جو سوراخ ہے اس میں سانپ موجود ہے، تو اب آپ اس اطلاع پر دل میں سانپ کی موجودگی کا یقین اتنا زیادہ پیدا کرلیں گے کہ وہ علم

الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی کیفیت میں بدل جائے گا، حالانکہ آپ نے سانپ کو آنکھوں سے دیکھا ہی نہیں، مگر یہ اطلاع آپ کو آنکھوں سے بھی ہزاروں گنا زیادہ دیکھنے کی ہوجائے گی اور آپ کا یہ یقین اتنا زیادہ قوی اور مضبوط ہوجائے گا کہ آپ کمرے میں رات گذارنا تو دور کی بات اس کمرے میں بیٹھنے اٹھنے اور لیٹنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں گے، اس کے برعکس اگر کسی انسان کو سانپ ہونے کا علم مل جانے کے باوجود اگر وہ اس کمرے میں بیٹھا یا لیٹا ہوا رہے تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اس کو سانپ کے ہونے کا یقین نہیں۔ (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں) لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے، سانپ کی موجودگی کی اطلاع پر ہی لوگ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، سانپ کی اطلاع کا اتنا مضبوط اور پختہ یقین ہوتا ہے کہ احتیاط اور بچنا شروع ہوجاتا ہے اور اس مقام سے دور رہا جاتا ہے۔

مگر ذرا غور کیجئے کہ وحیِٔ الٰہی کی باتوں پر ہمارا دلی یقین کتنا مضبوط اور قوی ہے؟ ہم اس کی کتنی باتوں کو دل کے یقین کے ساتھ سچا مانتے ہیں اور اگر واقعی مانتے ہیں تو سوچئے کہ اس کی حرام کردہ چیزوں سے حقیقت میں کتنی دور رہتے ہیں؟ اور جہنم کے راستہ سے کتنا بھاگتے ہیں؟ ہم تو قرآن مجید پر ایمان کا دعویٰ رکھنے کے باوجود جہنم کے راستہ اور جہنم والے اعمال کے قریب بیٹھتے اٹھتے اور چمٹے رہتے ہیں، ایک کمرہ میں سانپ کے کاٹنے اور دور رہنے کا تو احساس فوراً پیدا ہوجاتا ہے مگر قرآن مجید پر ایمان کے باوجود اس کی حرام کردہ چیزوں سے دور رہنے اور جہنم والے اعمال سے بچنے اور جہنم میں سزاء پانے کا یقین ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، کیا ہم اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور قرآن مجید کی باتوں کا اتنا یقین کرتے ہیں جتنا کم سے کم ریڈیو اور ٹی وی کی خبروں کا کرتے ہیں، اگر کرتے تو واقعی ہماری زندگی جنت والی ہوجاتی ہے، جس طرح سانپ کے ڈسنے سے دور رہنے کا احساس پیدا ہوتا ہے؛ قرآن مجید پر ایمان کے بعد کم از کم گناہوں سے بچنے کا اتنا بھی احساس پیدا ہوجائے تو ہم انشاءاللہ کامیاب ہوجائیں گے۔

اس لئے اپنے ایمان اور یقین کا جائزہ لینا ہوگا کہ کیا ہم واقعی قرآن مجید پر حقیقت

میں صحیح طریقہ سے ایمان رکھتے ہیں یا بس رسمی اور تقلیدی ایمان رکھتے ہیں؟ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اس آخری وحی قرآن مجید پر صحیح ایمان لائیں گے تو ہمارے اندر دلوں کے علم الیقین کی کیفیت عین الیقین اور حق الیقین کی شکل اختیار کرے گی اور پھر زندگی کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھ کر زندگی گذاریں گے، قرآن مجید کو تقلیدی طور پر نہیں بلکہ شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام مان کر ایمان لایا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی طرح اس پر ایمان رکھا جائے تب ہی ایمان صحیح ہوگا، صحابہؓ سے ہٹ کر ایمان رکھا جائے تو وہ ایمان ایمان نہیں اور کوئی عمل بھی قبولیت کا درجہ نہیں پائے گا۔

(۲) قرآن مجید کو صحیح پڑھا جائے: الحمدللہ اس حق کو ادا کرنے کے لئے موجودہ زمانہ میں تجوید پر زیادہ زور دیا جارہا ہے اور صحیح طریقہ سے پڑھنے کی محنت کی جارہی ہے اور تمام حقوق میں یہی حق زیادہ ادا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیئے، لیکن غیر مشروع راگ و نغمے سے بچنا ضروری ہوگا۔

(۳) قرآن مجید کو صحیح سمجھا جائے: مسلمانوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو مسلمانوں کی اکثریت قرآن مجید کو بغیر سمجھے اس کی تلاوت طوطے کی طرح کرتی رہتی ہے، ان کو بھی چھوٹی چھوٹی سورتوں کا معنیٰ مطلب معلوم نہیں رہتا، کبھی معنی مطلب معلوم کرنے کے لئے وقت بھی نہیں نکالتے، فرض کیجئے اگر ایک باپ اپنی اولاد کو انگریزی میں خط لکھے اور بچے انگریزی صاف پڑھنا جانتے ہوں لیکن سمجھ نہیں سکتے تو وہ باپ کے خط سے کیسے فائدہ اٹھائیں گے؟ اگر وہ خط کو زبانی یاد بھی کرلیں اور ایک دو نہیں سو بار بھی پڑھتے رہیں گے تو باپ کی ہدایات ورہنمائی کو سمجھ نہیں سکیں گے، وہ خط ان کو فائدہ نہیں دے گا، بغیر سمجھے پڑھتے رہنے سے ان کو خط سے ہدایت نہیں ملے گی؛ بلکہ خط کو بھیجنے کا مقصد بھی فوت ہوجائے گا، خط تو اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ سمجھ کر پڑھا جائے اور اس کے پیغام کو سمجھا جائے اور اس کے مطابق آگے عمل کیا جائے۔ (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں)

اسی طرح انسانوں کا خالق اور مالک اپنے بندوں کے نام عربی زبان میں اپنا پیغام بھیج کر وہ اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کرنا چاہتا ہے، اب اگر ایک انسان عربی زبان پڑھنا تو ضرور سیکھ لے مگر وہ عربی زبان سمجھتا نہیں، نہ اس کا ترجمہ پڑھتا ہے اور نہ اس کے سمجھانے والوں کی محفلوں میں بیٹھتا ہے، پھر وہ اپنے مالک کے پیغام کو کیسے سمجھے گا اور اس سے فائدہ کیسے اٹھائے گا؟ ایک دو نہیں ہزار بار بھی پڑھتا رہے گا تب بھی صرف کلام اللہ کے پڑھنے کا ثواب تو ضرور پائے گا لیکن اپنے مالک کی ہدایات و رہنمائی کو سمجھ نہیں سکے گا اور بغیر سمجھے پڑھتے رہنے سے اس کو ہدایت کبھی نہیں ملے گی اور ہدایت کو بھیجنے کا مقصد بھی فوت ہو جائے گا۔

یہ بات مشہور ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے، مگر دنیا میں سب سے زیادہ غفلت برتی ہوئی کتاب ہے تو وہ بھی قرآن مجید ہی ہے، اس لئے کہ اس کو سمجھے بغیر پڑھا جاتا ہے اور بہت کم سمجھا جاتا ہے، اس کو بغیر سمجھے پڑھنے کے لئے نازل نہیں کیا گیا، چنانچہ اس کو سمجھ کر نہ پڑھنے کا نقصان یہ ہوا کہ ایک انسان اس پر ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود صحیح معنیٰ میں مسلمان نہیں بن پا رہا ہے، فرقوں اور گروہوں میں بٹ گیا ہے، چنانچہ اس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد بے شعور ہے، ان میں اسلام کا کچھ بھی شعور نہیں، صرف ان کے جسموں کا نام مسلمان ہے، پھر ایک بار یاد رکھئے کہ اس کو سمجھے بغیر انسانوں کو ہدایت نہیں ملے گی، اس کو نازل ہی اس واسطے کیا گیا کہ اللہ کے بندے اس کو سمجھ کر پڑھیں اور اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کریں، مگر ایک کثیر تعداد اس کو صرف ثواب اور رسم ادا کرنے کے لئے پڑھتی ہے اور ان کے پاس اس سے ہدایت حاصل کرنے کا تصور ہی نہیں، اس کو تو زندہ انسانوں میں جان ڈالنے کے لئے نازل کیا گیا تھا؛ مگر اس کو صرف مردہ انسانوں کی روح کو نکالنے اور جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈوں کے لئے اور برکت کے لئے اور قسم کھانے اور جلسوں میں تبرک کے طور پر پڑھنے کی اور کرایہ کے ایصال ثواب کی محفلوں میں مُردوں کو ثواب پہنچانے والی کتاب بنا دیا گیا ہے، سیکڑوں مسلمانوں کو سورۃ الفیل سے سورۃ الناس تک دس سورتیں یاد رہتی ہیں، وہ یہ دس سورتیں اور سورۃ الفاتحہ بار بار نماز میں

پڑھتے بھی رہتے ہیں مگر ان کو اس کا معنیٰ مطلب ہی نہیں معلوم رہتا، جہاں قرآن مجید کے درس ہوتے ہیں بہت کم تعداد شریک ہوتی ہے، کیونکہ دروس میں تو وہ آدمی شریک ہوسکے گا جو اپنے آپ کو ہدایت کا محتاج سمجھے اور قرآن مجید کے معنیٰ ومطلب اور ہدایات وتعلیمات جاننے کا شدت سے احساس رکھتا ہو، جو اپنے آپ کو محتاجِ ہدایت نہیں سمجھتا؛ ظاہر بات ہے کہ وہ قرآن کے دروس میں شرکت نہیں کرے گا، وہ صرف چومنے اور آنکھوں کو لگانے اور سر پر رکھنے کی حد تک ہی قرآن کا احترام کرے گا، دنیا کی کوئی کتاب بغیر سمجھے پڑھی نہیں جاتی؛ مگر اللہ کا یہ کلام بغیر سمجھے صرف ثواب کی نیت سے پڑھا جاتا ہے، چونکہ نیت صرف ثواب کی ہے ہدایت کی نیت نہیں؛ اس لئے اتنا ہی فائدہ ہوگا، اگر ہدایت کی نیت ہو تو ہدایت بھی ملے گی، اس لئے یہ تیسرا حق ادا نہ کرنے کے برابر ہے۔

(۴) قرآن مجید پر عمل کیا جائے: قرآن مجید کو اس لئے نہیں نازل کیا گیا کہ اس کو صرف زبانی مان لیا جائے؛ بلکہ اس کو نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی دنیا کی زندگی اسی کے مطابق گذارے اور دنیا میں اسی کے احکام کو نافذ کرے، دنیا کی اس زندگی میں مختلف حالات میں وہی انسان اللہ تعالیٰ کی صحیح بندگی اور غلامی کرسکتا ہے جو اس پر ایمان لاکر عمل کرے، بغیر علم کے عمل کرنا گمراہی کی طرف لیجاتا ہے، چنانچہ اس کو نہ سمجھنے کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ اکثر مسلمان اسلام کے نام پر صحیح اور غلط دونوں طرح کے اعمال میں مبتلا ہیں اور اسلام کی غلط شکل پیش کررہے ہیں، دنیا کی زندگی سے کامیاب گذرنے کے لئے اس کتاب پر عمل کرنا لازمی اور ضروری ہے، مگر اس کتاب پر عمل کرنے کی کچھ مثال مسلمانوں کی ایسی ہے جیسے ایک بادشاہ کے ساتھ اس کے درباریوں کا سلوک۔ (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں)

بادشاہ کا حکم ہے کہ اس کے تمام درباری ہر روز دربار میں آکر پانچ مرتبہ سلامی دیں اور اس کے احکام وقوانین پر عمل کرنے کا عہد واقرار کریں اور اپنی نافرمانیوں پر معافی مانگیں، اب کچھ درباری ایسے ہیں جو ہر روز پابندی کے ساتھ پانچ مرتبہ دربار آتے ہیں اور

بادشاہ کو سلامی دیتے اور اس کے احکام طوطے کی طرح بغیر سمجھے پڑھتے رہتے ہیں اور اسی کو وفاداری سمجھتے ہیں، بادشاہ کہتا ہے کہ میری رعایا کے پاس جاؤ اور ان کو میرے احکام سناؤ اور احکام پر عمل کر کے میری رعایا کے سامنے میری اطاعت و فرمانبرداری کا نمونہ اور مثال بنو، اور ان کو بھی میری اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دو اور میرے احکام سے واقف کراؤ!

مگر وہ درباری بس ہر روز پانچ مرتبہ دربار آتے اور بادشاہ کے احکام پڑھتے اور سلامی دے کر چلے جاتے ہیں اور دربار سے باہر نکلتے ہی کچھ احکام جو آسان ہوتے ہیں انہی پر عمل کرتے ہیں اور باقی تمام احکام کو بالائے طاق رکھ کر زندگی گذارتے ہیں، کبھی نہ رعایا کو بادشاہ کے احکام سناتے اور نہ ان کو بادشاہ کی اطاعت کی ترغیب دیتے اور نہ خود رعایا کے سامنے بادشاہ کی اطاعت کر کے نمونہ اور مثال پیش کرتے ہیں، ان کے نزدیک سلامی دینا ہی اطاعت کا تصور رہتا ہے، کچھ درباری ہفتہ میں ایک دن ایک وقت نہا دھو کر کپڑے صاف پہن کر سلامی دینے آتے ہیں اور پھر سلامی دے کر احکام پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور دربار سے باہر نکل کر ہفتہ کے باقی دنوں میں بادشاہ کے احکام کے خلاف چلتے ہیں اور باغی انسانوں کی طرح زندگی گذارتے ہیں، بادشاہ کی وفاداری کا زبانی اظہار کرتے اور اسی نسبت سے پورے فائدے اٹھانا چاہتے ہیں، بہت کم درباری ایسے ہوتے ہیں جو سلامی کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے احکام پر عمل کر کے رعایا کو بھی بادشاہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دیتے ہیں۔

بادشاہ بعض درباریوں کو اپنے ملک کے مختلف حصوں میں حاکم اور گورنر بناتا ہے تو یہ لوگ وہاں بادشاہ کا قانون نافذ کرنے کے بجائے اپنا بنایا ہوا قانون یا دشمنوں کا قانون نافذ کر کے حکومت چلاتے ہیں اور پھر بادشاہ کا وفادار ہونے کا اعلان کرتے ہیں، بالکل اسی طرح بہت سارے لوگ صرف جسموں کے نام سے مسلمان بنے رہتے ہیں اور دنیا کے دوسرے انسانوں کی طرح وہ بھی اللہ کو مانتے مگر پہچانتے نہیں، وہ یا تو جمعہ کے دن یا رمضان میں یا نام سے یا عیدین میں مسلمان نظر آتے ہیں، باقی دنوں میں وہ اسلام سے دور رہتے ہیں اور جو لوگ کسی حد تک دین کی پابندی کرتے ہیں ان کی بے شعوری کا حال

بس یہ ہے کہ وہ ایک مشینی انسان روبوٹ کی طرح ہوتے ہیں، جس طرح روبوٹ شعور و فہم سے خالی ہوتا ہے مگر مختلف کام کرتا ہے؛ بالکل اسی طرح اکثر مسلمان نماز، روزہ، زکوۃ اور حج تو ادا کرتے رہتے ہیں مگر توحید و شرک میں فرق ہی نہیں رکھتے، نہ حرام وحلال کی تمیز ہی رکھتے ہیں، وہ مقصد زندگی کو جانے بغیر اور اللہ تعالیٰ کو صحیح پہچانے بغیر دین کے کچھ حصہ کی پابندی کرتے رہتے ہیں اور قرآن مجید کی ہر روز پارہ دو پارے پابندی کے ساتھ تلاوت کرنے کے باوجود قرآن مجید ہی کے خلاف زندگی گذارتے ہیں۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے صحیح پہچاننا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان حاصل کئے بغیر اعمال صالحہ کرتے رہیں گے تو وہ ایمان میسر نہیں ہوگا اور وہ سارے اعمال ضائع و برباد ہو سکتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور پہچان صرف قرآن مجید ہی سے حاصل ہو سکتی ہے، اب اگر ایک انسان قرآن مجید ہی کو نہ سمجھے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کیا نصیب ہوگی؟ یہی وجہ ہے کہ سیکڑوں مسلمان اللہ کی پہچان حاصل کئے بغیر ایمان کا دعویٰ کر کے شرک میں بھی مبتلا ہیں۔

(۵) اپنی استطاعت کے مطابق پیغامِ قرآن دوسروں تک پہنچائیے: اب قیامت تک کوئی پیغمبر آنے والا نہیں ہے، اس لئے ایمان والوں پر ضروری ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ بن کر اپنی اپنی استطاعت کے مطابق دوسروں تک قرآن مجید کے پیغام کو پہنچائیں اور قرآن مجید کی چلتی پھرتی مثال بن کر دوسروں کو اسلام کے سمجھنے اور قبول کرنے میں آسانی پیدا کریں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیا کی بہترین امت بنایا اور سارے عالم کی سدھار کی ذمہ داری عطا کی، اس لئے ان کو حضور اکرم ﷺ کا نمائندہ بن کر دنیا میں زندگی گذارنا ہے، گویا وہ دنیا کے انسانوں کے لئے استاد اور ڈاکٹر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ذرا غور کیجئے کہ اگر آپ کو حکومت کی طرف سے کسی دواخانہ میں پاگل مریضوں کا علاج کرنے کے لئے ڈاکٹر بنا کر رکھا جائے اور اگر کوئی پاگل مریض آپ پر پیشاب کر دے تو کیا آپ ڈاکٹر ہونے کے ناطے اس کا گلہ پکڑ کر لڑنے بیٹھ جائیں گے؟ یا اس کی

پٹائی کریں گے؟ یا اس کو صحتمند بنانے کی فکر کریں گے؟ دنیا کے کسی دواخانہ میں ہم نے کسی بھی ڈاکٹر کو مریض سے لڑتا ہوا نہیں دیکھا، مگر ہمارا حال بھی عجیب ہے کہ ہم اپنے مدعو سے لڑائی جھگڑے میں مصروف ہو گئے ہیں۔

ہماری مثال تاجر کی سی ہے، تاجر ہمیشہ اپنا مال فروخت کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور گاہک سے عاجزی اور منت سماجت سے پیش آتا ہے، کوئی تاجر گاہک سے لڑائی جھگڑا کر کے اپنی تجارت کا نقصان نہیں چاہتا، اگر کوئی تاجر گاہک سے لڑائی کرے تو وہ بیوقوف بھی ہے اور اپنا نقصان بھی کر رہا ہے، دنیا کی تجارت میں تو ہم گاہک کو برداشت کرتے ہیں مگر آخرت کی تجارت میں ہم اپنے گاہک سے لڑ رہے ہیں اور اسی طرح کا پاگل پن کر رہے ہیں، یہ شیطانی دھوکہ اور فریب ہے جو ہم کو اس عمل میں مبتلا کیا ہے۔

دنیا میں کسی بھی ڈاکٹر کو مریض سے نفرت نہیں ہوتی وہ صرف مرض سے نفرت کرتا ہے، اگر ڈاکٹر مرض اور مریض دونوں سے نفرت کرے تو وہ ناکام اور بیوقوف ڈاکٹر ہے، اس کا ڈاکٹر رہنا بیکار ہے، ہم سب سے اچھی امت ہوتے ہوئے سب سے خراب کام کیسے کر سکتے ہیں؟ ہمیں تو سب سے اعلیٰ اوصاف کا حامل ہونا چاہئے اور حضور ﷺ کی روشنی کو ظاہر کرنا چاہئے، دنیا کی قومیں قرآن مجید پڑھنے سے پہلے مسلمانوں کو اور مسلمانوں کی زندگی کو پڑھیں گی، یہ بات سمجھدار اور دین کا درد رکھنے والوں ہی کو سمجھ میں آسکتی ہے۔

سوال:۔ **ایک عیسائی انگریز نے مسلمان دیہاتی سے سوال کیا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ اسلام دنیا کا سب سے اچھا مذہب ہے، اس کا ہر حکم عدل وانصاف اور فطرت کے اصولوں پر ہے، تو یہ بتلاؤ کہ قرآن نے ایک مسلمان مرد کو عیسائی عورت سے تو نکاح کرنے کی اجازت دی ہے مگر ایک مسلمان عورت کو عیسائی مرد سے نکاح کرنے کو حرام قرار دیا، کیا یہ انصاف اور عدل کی بات ہے؟**

جواب:۔ مسلمان دیہاتی نے جو زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا، جس کے معمولی کپڑوں اور بدن میں پسینہ کی بدبو تھی، وہ انگریز عیسائی جو پڑھا لکھا تھا کے ساتھ سفر کر رہا تھا؛

دیہاتی نے کہا: صاحب! اس کا علمی جواب تو میں نہیں دے سکتا، البتہ آپ اگر ٹرین سے اترنے کے بعد میرے ساتھ ہمارے کسی عالم کے پاس چلیں گے تو وہ ضرور جواب دے گا، اگر عقلی اعتبار سے آپ سمجھنا چاہتے ہوں تو میں یہ کہوں گا کہ آپ لوگ سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے انبیاء علیہم السلام کا ادب کرتے اور محبت رکھتے ہیں، جب آپ کی عورت ایک مسلم گھرانے میں آئے گی تو وہاں اُسے دل شکنی نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہ مسلمانوں کی زبان سے تمام انبیاء اور خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ادب واحترام اور محبت کے الفاظ سنے گی، ازدواجی زندگی کا تعلق دل شکنی اور اذیت سے بگڑ جاتا ہے، مسلمانوں کے ساتھ رہ کر وہ تکلیف اور اپنے عقائد کے متعلق دل شکنی سے بچی رہے گی، اس کے برعکس ایک مسلم عورت آپ کے گھرانے میں جائے تو وہاں اس کو اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت، بے ادبی وگستاخی، بے احترامی اور نفرت کی باتیں سننی پڑیں گی، اس سے اس کی دل شکنی اور تکلیف ہوگی اور اس کا اثر ازدواجی زندگی پر پڑے گا، وہ اپنے آپ کو کڑھن اور گھٹن میں محسوس کرے گی۔

سوال:۔ ایک غیر مسلم لڑکی نے سورۂ نساء آیت:۱۱ کے احکام کے متعلق کہا کہ کیا اسلام میں مرد کے لئے عورت کے مقابلہ دوگنا حصہ دینا عدل وانصاف ہے؟

جواب:۔ مردوں پر عورتوں کی کفالت اور پرورش کی ذمہ داری رکھی گئی ہے، باپ کے انتقال کے بعد بھائی یا بیٹا اپنی بہنوں کی تعلیم وتربیت، علاج، مکان، کھانے پینے اور شادی بیاہ کا خرچ برداشت کرتا ہے، اس لئے اس کو دوگنا حصہ دیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

ایمانِ مفصل کا مضبوط اور مکمل شعور دینے کے لئے اس حصہ کی آخری کتاب ''تقدیر پر ایمان میں شعور کیسے دیں؟'' کو ضرور پڑھئے اور پڑھائیے، ان شاء اللہ اس کے ذریعہ زندگی کے کاروبار میں ہمت وحوصلہ اور اللہ سے بننے اور بگڑنے کا یقین پیدا ہوگا۔

فرشتوں پر ایمان کیوں ضروری ہے؟

(حصہ دوم......اضافۂ جدید)

(فرشتوں پر ایمان میں یقین بڑھانے کے لئے مزید کچھ باتوں کا اضافہ کیا جارہا ہے)

لَّيۡسَ الۡبِرَّ أَن تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلآئِكَةِ وَالۡكِتَابِ وَالنَّبِيِّيۡنَ ۔ (البقرہ:۱۷۷)

☆ فرشتوں پر ایمان لانا اسلامی عقیدۂ ایمان میں لازم اور ضروری ہے، اگر کوئی فرشتوں کا انکار کردے یا ان سے دشمنی رکھے یا ان کا مذاق اُڑائے یا ان کے تعلق سے غلط گمراہ عقیدہ رکھے تو وہ کامل ایمان والا نہیں ہوگا، اس کا ایمان صحیح نہیں ہوگا۔

☆ فرشتے اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہیں، ان میں کسی قسم کی خدائی طاقت وقدرت نہیں ہے، وہ اپنی مرضی سے کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے، وہ سلطنتِ الٰہیہ کے کارندے ہیں، صرف اور صرف اللہ ہی کے احکام کی پابندی کرتے ہیں اور اللہ ہی کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اللہ کے علاوہ کسی کی اطاعت وغلامی نہیں کرتے۔

دنیا چونکہ امتحان کی جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو دنیا میں سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے چن کر اعلیٰ وعمدہ صلاحیت والے انسانوں کو پیغمبر بنایا، تاکہ انسانوں کو زندگی گذارنے کا ضابطہ اور قانون دیا جاسکے، ایسی صورت میں اللہ اور پیغمبروں کے درمیان واسطہ اور ذریعہ فرشتوں کو بنایا اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام وحی کے ذریعہ پیغمبروں کو پہنچاتے تھے، گویا وحی الٰہی لانے کا درمیانی ذریعہ اور پیغمبروں کو ہدایت و رہنمائی دینے کے لئے فرشتے (حضرت جبرئیلؑ) ہی درمیانی کڑی اور واسطہ تھے۔

☆ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبروں کو بھیجنے کا سلسلہ بند ہوگیا، اس لئے ختم نبوت کے بعد فرشتے اب وحیِ الٰہی نبوت کے لئے کسی انسان پر نہیں لاسکتے، یعنی نبوت ختم ہونے سے وحیِ الٰہی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے، چنانچہ اب رسول اللہ ﷺ کے بعد اگر کوئی

نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہوگا، اس لئے کہ حضور ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا پیغمبر کبھی نہیں آئے گا، اور حضور ﷺ ہی کی نبوت قیامت تک جاری رہے گی۔

☆ اگر کوئی فرشتوں پر ایمان لانے سے انکار کرے تو وحی الٰہی کے دنیا میں نازل ہونے کی کڑی اور واسطے ہی کا انکار ہو جائے گا، اور انسان یہ سمجھیں گے کہ پیغمبر نے خود کتاب الٰہی کے نام پر یہ باتیں بیان کی ہیں اور اپنی طرف سے اللہ کا نام لے کر کتاب الٰہی کہتے ہیں، گویا پیغمبر نے خود کتاب گھڑ لی ہے، یہ کتاب الٰہی نہیں بلکہ انسان کی لکھی ہوئی کتاب سمجھی جائے گی، اس لئے فرشتوں کا انکار کرنے سے کتابِ الٰہی کے نازل ہونے کا درمیانی ذریعہ ختم ہو کر قیامت تک دنیا کے انسانوں کو آسمان سے کتاب نازل ہونے کا ذریعہ ہی معلوم نہ ہو سکتا ہے، اس لئے اسلامی عقیدہ ایمان میں فرشتوں پر ایمان لانا ضروری اور لازم رکھا گیا، اگر فرشتوں پر ایمان کی شرط نہ رکھی جاتی تو لوگ یہ پوچھتے کہ آخر یہ کتاب کہاں سے آئی، شاید پیغمبر نے اپنے ذہن سے بیان کی ہے، اُسے کتابِ الٰہی نہیں مانتے تھے۔

☆ مشرکین مکہ کو یہ بات سمجھ ہی میں نہیں آتی تھی کہ آخر لاکھوں میل اوپر سے فرشتہ انسان کے پاس منٹوں میں کیسے آ سکتا ہے، اسی لئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے تھے، اور اس بات کو جھوٹ سمجھتے تھے، اور سمجھتے کہ محمدؐ بن عبداللہ نے خود اپنی طرف سے یہ باتیں بیان کر کے خدا کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی احادیث کے ذریعہ فرشتوں کی حقیقت کو سمجھایا اور کائنات میں ان کے مختلف کاموں کو بیان کیا اور یہ تعلیم دی کہ وہ بھی اللہ کی مجبور و محتاج مخلوق ہے، بغیر اللہ کے حکم کے زمین پر نہیں آتے، ان کا اللہ سے کوئی بیٹا بیٹی کا رشتہ نہیں ہے، اور نہ وہ خدائی میں حصہ رکھتے ہیں، وہ اپنی مرضی سے کائنات کے انتظامات نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی وحی الٰہی میں کوئی تبدیلی کر سکتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ان کو نور سے پیدا فرمایا، کس قسم کے نور سے پیدا کیا' ہم نہیں جانتے، وہ جانداروں کی طرح جنم نہیں لیتے، ان کو کھانے پینے، سانس لینے، بول و براز کی حاجت

اور تھکان سے پاک رکھا گیا، وہ انسان جیسی حاجتوں اور ضروریات سے پاک ہیں، ان کی کوئی آل اولاد نہیں ہوتی، وہ مذکر ہیں نہ مؤنث، رشتے ناطے والے نہیں ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں کا سردار بنایا۔

☆ فرشتوں کو سانس لینے، کھانے پینے اور بول و براز سے پاک رکھنے میں اللہ کی یہ حکمت نظر آتی ہے کہ ہوا خلاؤں میں آسمانوں میں نہیں اور آسمان پاکیزہ مقامات ہیں، جہاں کسی قسم کی گندگی نہیں ہوسکتی، شاید اللہ نے جانداروں کی حاجتوں سے اسی لئے انہیں بالکل الگ قسم کی مخلوق بنایا ہے، تاکہ وہ دن رات کائنات کے انتظامات آسانی سے کرتے رہیں اور ان کو ایسی صلاحیت دی کہ وہ پوری کائنات میں آسانی سے آجاسکتے ہیں۔

ویسے اللہ کی قدرت اللہ ہی جانے واللہ اعلم بالصواب، بس یہ ہمارا خیال ہے، فرشتوں کی غذاء ذکرِ الٰہی ہے، وہ گندگی و بدبو سے نفرت کرتے اور خوشبو سے قریب رہتے ہیں، کوئی انسان جھوٹ بولے تو اس کے منہ سے بدبو خارج ہوتی ہے تو وہ ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔

☆ مشرکینِ مکہ کو یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ بند قبر میں انسان کی موت کے بعد دو فرشتے منکر نکیر سوال جواب کے لئے مٹی ہٹائے بغیر کیسے اندر داخل ہوسکتے ہیں، اس پر بھی وہ مذاق اڑاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا یقین نہ کر کے آپ ہی کو دیوانہ اور مجنون کہتے تھے، ان کو اس بات پر یقین کرنا مشکل تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے بعض مخلوقات کو کثیف بنایا اور بعض کو بالکل لطیف بنایا، بعض کو کثیف و لطیف بنایا، کثیف سے مراد سمجھانے کے لئے ہم کہیں گے کہ موٹی وزنی نظر آنے والی مخلوق، اور لطیف سے مراد ہلکی پھلکی، پتلی اور کم وزن، باریک یا نظر نہ آنے والی مخلوق، یہ اس کی قدرت کا کمال ہے، اس لئے کہ **اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ** یعنی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قدرت رکھنے والا ہے، ویسے وہ اپنی حکمت خود ہی جانتا ہے، ہم اس کی قدرت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو لطیف، ہلکی و بے وزن مگر نظر نہ آنے والی مخلوق بنایا، وہ ہمارے

جسم کو محسوس ہوتی ہے، جاندار سانس لیتے ہیں تو جانداروں کا جسم کثیف ہونے کے باوجود اندر باہر آجاسکتی ہے، اپنی آکسیجن خون میں چھوڑ دیتی ہے، پورے جاندار اس کو ہٹائے بغیر اس میں چل پھر سکتے ہیں۔

☆ روشنی کو اللہ نے لطیف، ہلکی اور بے وزن بنایا، مگر وہ جب روشن ہوتی ہے تو نظر آتی ہے اور جب اندھیرا ہوجائے تو غائب ہوجاتی ہے، سورج کی روشنی لطیف ہونے کے باوجود کانچ میں سے بغیر رُکاوٹ کے گذرتی ہے، گرم ہو تو دوسری طرف کپڑا یا کاغذ ہو تو اُسے جلادیتی ہے، جبکہ کانچ موٹی اور کثیف ہوتی ہے، مگر روشنی لطیف ہونے کی وجہ سے کانچ سے آسانی سے بغیر کسی رُکاوٹ کے گذرجاتی ہے اور اپنی اصلی حالت پر باقی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے روح کو لطیف بنایا جو جاندار کے جسم میں آسانی سے داخل ہوتی اور نکل جاتی ہے، حالانکہ جاندار کا جسم کثیف ہوتا ہے اور ایک مدت تک رہتی ہے مگر نظر نہیں آتی۔

عقل کو لطیف بنایا، بچپن میں کم ہوتی ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑھتی رہتی ہے، اُسے ہم دیکھ نہیں سکتے، حالانکہ دماغ یعنی بھیجہ کثیف ہوتا ہے، اس میں عقل بغیر نظر آئے رہتی ہے۔

خوشبو اور بدبو لطیف چیز ہے، یہ نظر نہیں آتیں، مگر سونگھنے سے محسوس ہوتی ہیں۔

انسان کے فائدے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے ذریعہ بجلی کو لطیف بنایا جو بلب میں آکر روشن ہوتی ہے، شاٹ لگنے پر محسوس ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پانی کو کثیف اور لطیف بنایا، وہ پتلا اور مائع (بہنے والا) ہونے کی وجہ سے جاندار مخلوق کے جسموں، زمین اور درختوں میں آسانی سے داخل ہوجاتا ہے، بخارات بن کر آسانی سے ہوا میں رہتا ہے، جانداروں کی سانس سے خارج ہوتا ہے مگر نظر نہیں آتا، کپڑے میں سے چھن کر گذر جاتا ہے، مگر ان چیزوں میں اپنی اصلی حالت پر برقرار رہتا ہے، پانی کے جاندار تو اس کو ہٹائے بغیر اس میں رہتے ہیں۔

زمین ٹھوس اور کثیف ہونے کے باوجود اس میں پانی میلوں اندر داخل ہوکر اپنی اصلی صورت میں باقی رہتا ہے اور درختوں کی جڑوں، ڈالیوں، پتوں، پھولوں، پھلوں اور

ترکاریوں میں جذب ہوکر پودے اور درخت میں اپنی اصلی حالت میں موجود رہتا ہے اور پتوں سے خارج ہوکر ہوا میں اُڑتا ہے مگر نظر نہیں آتا، پھر ابر بنتا ہے، جانداروں کے جسم میں بغیر کسی رکاوٹ کے رہتا ہے، پورے جسم میں دوڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پانی کو جب بخارات بنا کر ہوا میں اڑنے کے قابل بناتا ہے تو بخارات کو ہوا سے زیادہ لطیف اور ہلکے بنادیتا ہے، جس کی وجہ سے ہوا ان بخارات کو لے کر اُڑتی رہتی ہے، مگر بخارات بادل کی شکل اختیار کر کے کثیف بن کر نظر آتے ہیں، پھر پانی بن کر برستے ہیں۔

جنات کو آگ سے پیدا کر کے لطیف بنایا، جس کی وجہ سے وہ انسان کو نظر نہیں آتے، لیکن وہ انسان کو دیکھ سکتے ہیں، ان کو کتا، بلی، سانپ یا انسان کی شکل اختیار کرنے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے دی ہے، وہ مختلف چھوٹی بڑی جگہوں، بلوں اور سوراخوں میں رہتے ہیں، وہ لطیف ہونے کے ناطے نچلے آسمان تک جاسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آگ کو بھی لطیف بنایا، وہ جانداروں کے جسم میں گرمی وحرارت کی شکل میں رہتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے لطیف بنا کر پیدا کیا ہے، اور ان کو انسانی شکل میں خوبصورت یا بدصورت وڈراؤنی شکلیں اختیار کرنے کی صلاحیت دی۔

غور کیجئے کہ پانی، ہوا، روشنی، خوشبو، بدبو لطیف، ہلکے ہونے کی وجہ سے پانی اور روشنی کپڑے اور شیشے سے گذر کر بھی اپنی اصلی حالت میں رہتے ہیں، یہ تمام چیزیں سوراخوں، بند کمروں، غاروں، جاندروں کے جسموں، زمین اور درختوں میں داخل ہوتے رہتے ہیں اور پھر آسانی سے باہر نکل جاتے ہیں۔

روح لطیف ہونے کی وجہ سے آسانی سے جانداروں کے جسم میں آتی اور نکل جاتی ہے، مگر اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا، تو پھر سوچئے کہ بند قبروں میں مٹی ہٹائے بغیر فرشتے کیوں نہیں جاسکتے؟ وہ تو تمام چیزوں سے بھی زیادہ لطیف ہیں، فرشتوں کو اللہ نے اپنی حکمت سے کثیف نہیں لطیف بنایا، انسان اور جن ان کو دیکھ نہیں سکتے، البتہ مرتے وقت مرنے والے کو جب دنیا سے رشتہ کٹ جاتا ہے، یا عالم بالا سے جُڑ جاتا ہے تو اللہ کے حکم سے نظر آتے ہیں یا خاص

حالات میں انسانی شکلوں میں نظر آتے ہیں، وہ انتہائی لطیف ہیں، تمام لطیف چیزوں سے بھی زیادہ لطیف ہیں، اللہ کی قدرت کو ہم نہیں سمجھ سکتے، اور فرشتوں کی شکل وصورت نہ بنا سکتے ہیں اور نہ تصور کر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے فرشتوں کو لاکھوں میل اوپر سے زمین پر پلک جھپکتے ہی آنے اور جانے کی صلاحیت دی ہے، مشرکین مکہ کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی، اگر وہ سورج پر غور کرتے جو زمین سے لاکھوں میل اوپر ہے، سورج کے طلوع ہونے کے بعد اس کی روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار کیلو میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے فاصلہ طے کرکے زمین پر آتی ہے، ہوا ہزاروں میل کا فاصلہ بغیر کسی مشین کے طوفانی بن کر طے کرتی ہے۔

آج ہم سائنس کی ترقی سے جانتے ہیں کہ بجلی کی رفتار ایک سکنڈ میں ہزاروں میل سے گذر کر پورے گاؤں اور شہر کو روشن کر دیتی ہے، انسان فیاکس اور انٹرنیٹ سے ایک ہی لمحہ میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں بات کرتا ہے، اپنے ڈاکومینٹس کی کاپی بھیجتا ہے، موبائل فون پر واٹس اَپ، اور یوٹیوب کے ذریعہ اپنی گفتگو ایک ہی سکنڈ میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں پہنچاتا ہے، گفتگو اور تقاریر آڈیو اور ویڈیو ریکارڈنگ کرکے بھیجتا ہے، اور دنیا کے ایک کونے کے حالات دوسرے کونے میں بیٹھ کر لمحوں میں معلوم کرکے بتا سکتا ہے۔

انسان کی آواز کو اللہ تعالیٰ نے لطیف بنایا، آواز لطیف اور ہلکی ہوتی ہے، شیر کی آواز تو پورے جنگل میں میلوں سنائی دیتی ہے، آسمان میں گرج کی آواز پورے شہر میں سنائی دیتی ہے، انسان کی آواز ٹیلیفون پر دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں پلک جھپکنے سے بھی کم وقت میں چلی جاتی ہے اور انسان ہزاروں میل کے فاصلے پر بیٹھ کر اس طرح باتیں کرتے ہیں جیسے آمنے سامنے بیٹھے ہوں، جبکہ درمیان میں کوئی کنکشن نہیں ہوتا۔

جب بجلی کی روشنی اور انسانی گفتگو کی آواز لطیف ہے، اور کچھ ہی سکنڈ میں میلوں کا فاصلہ طے کرتے ہیں، تو فرشتوں کو آسمان سے زمین پر آنا کیوں مشکل ہوگا؟ تمام انسانوں کو یہ باتیں سمجھا کر ان مثالوں کے ذریعہ ذہن میں شعور دیا جائے اور ایمان والے خود بھی

اپنے اندر شعور بیدار کریں، اور آسمان سے فرشتوں کے آسانی سے آنے جانے کو مانیں اور شک نہ کریں بلکہ پختہ یقین پیدا کریں۔

اگر اس طرح غور کر کے مان لیں تو انسان آسانی سے وحی الٰہی یعنی قرآن مجید کا آسمان سے نازل ہونا مان سکتے ہیں، اور یقین کے ساتھ اس پر ایمان لا سکتے ہیں۔

مشرکین کو اس بات پر بھی یقین نہیں آتا تھا کہ دو فرشتے جاسوس بن کر کس طرح ساتھ رہ کر انسانوں کے اچھے اور برے اعمال لکھ رہے ہیں، وہ ہمیشہ ساتھ رہنے کے باوجود نظر کیوں نہیں آتے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو لطیف بنا کر انسان اور جنات کی نظروں سے غائب رکھا ہے، وہ انسان کو تو دیکھ سکتے ہیں مگر انسان ان کو نہیں دیکھ سکتے، حالانکہ انسان کی روح زندگی بھر ساتھ رہ کر نظر نہیں آتی، مگر انسان اس کا انکار نہیں کرتا۔

اگر فرشتے غائب نہ ہوتے اور نظر آتے تو وہ سی آئی ڈی کے ساتھ ہونے، جاسوسوں کے ساتھ رہنے پر کوئی بھی گناہ کی طرف مائل نہیں ہوتا اور نہ گناہ کرتا، ان کے نظر آنے سے انسانوں کا امتحان بھی نہیں لیا جا سکتا، سب لوگ فرشتوں کو آسمان سے آتا جاتا دیکھ کر نہ کتاب الٰہی کا انکار کرتے، نہ پیغمبروں کا انکار کرتے، ہر کوئی اللہ کو مانتا اور اسلام پر چلتا اور دنیا میں الگ الگ مذاہب نہ ہوتے، اگر وہ نظر آتے تو جس طرح پولیس کی منت سماجت کر کے انسان بچنا چاہتا ہے' اسی طرح وہ کراماً کاتبین کو اپنا جرم لکھنے نہ دیتے، اللہ نے اپنی حکمت سے امتحان کی خاطر ان کو غائب رکھا، بیوقوف و نادان انسان ان کے نظر نہ آنے سے برائی کرنے میں نڈر بن جاتا ہے، فرشتوں کو غائب رکھ کر کتابِ الٰہی کو ماننے' نہ ماننے کا امتحان بھی لیا جا رہا ہے۔

موجودہ زمانے میں انسان ٹیلیفون کی گفتگو خفیہ طریقہ سے ریکارڈ کرتا ہے، بات کرنے والے کو پتہ بھی نہیں ہوتا، انسان خود ایکسرے مشین کے ذریعہ کپڑے، چمڑے، خون، ہڈی اور گوشت کو ہٹائے بغیر جسمانی اعضاء کی اندرونی تصویر لیتا ہے، دنیا کے ملکوں میں سفر کئے بغیر وہاں کے حالات گھر بیٹھے ٹی وی، انٹرنیٹ اور موبائل فون پر دیکھ رہا ہے، اپنی زندگی

کے حالات اور شادی بیاہ کو ویڈیو میں محفوظ کر رہا ہے، اللہ کو فرشتوں کو غائب رکھ کر انسان کی زندگی کے حالات محفوظ کرنا کیوں مشکل ہوگا، اس زمانے میں سائنس کی ترقی کو دیکھ کر ان کو ماننا بھی آسان ہے، جبکہ وہ خود زمین پر رہ کر چاند ستاروں کی تصاویر لے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ملک الموت اور ان کی جماعت کے فرشتوں کو انسان کی نظر سے غائب رکھا، ورنہ اگر وہ نظر آجاتے تو گھر کے تمام افراد ہیبت، دہشت اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو جاتے، اور روتے چلاتے اور سمجھ جاتے کہ آج ہمارے گھر کسی کی موت واقع ہونے والی ہے، اور اپنے مرنے والے کی تکلیف کو دیکھ کر اس کی روح نکالنے نہیں دیتے، منت سماجت کرتے، اور روح نظر آتی تو روح کو لپٹ جاتے، فرشتوں کو ڈراؤنی شکل میں دیکھ کر معلوم ہو جاتا کہ یہ مرنے والا انسان دنیا سے ناکام گیا، پھر لوگ اس کے عقیدہ سے دور رہتے۔

مشرکین کو یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دنیا کے شروع سے آخر تک کے گنہگار انسان کو جہنم میں صرف ۱۹ رفرشتے کیسے سزا اور عذاب دیں گے، اور فرشتہ جہنم میں رہنے کے باوجود آگ میں جلتے کیوں نہیں ہیں؟ جبکہ آگ تو ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔

جب سورۂ مدثر میں دوزخ کے عذاب دینے والے ۱۹ رفرشتوں کا ذکر آیا تو مشرکین نے وحی اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑایا، ٹھٹھا مارا، ابو جہل نے کہا: کیا تم اتنے گئے گزرے ہو جو دس آدمی بھی مل کر دوزخ کے ایک فرشتے سے نہیں نمٹ سکتے، بنی جمع کے ایک مشرک پہلوان نے کہا: میں ۱۷ رفرشتوں سے اکیلا نمٹ لوں گا، باقی دو کو تم سب مل کر سنبھال لینا، وہ فرشتوں کو بھی انسانی قوت پر قیاس کر رہے تھے، حالانکہ دنیا کی زندگی میں ایک معمولی پھونسی ہو تو اس کے درد و تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے، بی پی کم ہو جائے تو زمین پر گر جاتے ہیں۔

دوزخ میں فرشتے کیوں نہیں جل سکتے؟ اس کو اس مثال سے سمجھئے، دنیا میں انسان ایک موم بتی یا کاغذ کو جلاتا ہے، موم بتی ہوا کے آکسیجن سے جلتی ہے، اگر آپ موم بتی اور کاغذ پر گلاس رکھ دیں تو وہ دونوں بجھ جاتے ہیں اس لئے کہ ان کو آکسیجن نہیں ملتی، مگر جب آپ گھر کا چولہا جلاتے ہیں تو پورے گھر میں آکسیجن رہنے کے باوجود صرف چولہے کے

شعلے ہی کو آگ لگتی ہے، گھر کی باقی آکسیجن نہیں جلتی، یعنی اللہ کا یہ نظام ہے جس کو جہاں جلانے کا حکم ہوا آکسیجن وہیں اور اسی چیز کو جلاتی ہے، اس لئے اللہ کے حکم سے دوزخ کی آگ فرشتوں کو اور ایمان والوں کے سجدہ کی جگہوں کو نہیں جلاسکتی، دنیا میں ایک انسان آگ میں جل کر مر جاتا ہے، مگر وہاں اللہ ہی کے حکم سے آگ کسی کو جلائے گی تو وہ مرے گا نہیں، اس پر موت نہیں آئے گی۔

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ قوت و طاقت عطا کی ہے، ایک فرشتہ زمین کو الٹ پلٹ سکتا ہے، سارے گنہگار انسان اور جن کو سزا دینے کے لئے ۱۹ر فرشتے ہی کافی ہیں، انسان فرشتوں کی طاقت کا اندازہ نہیں لگا سکتا، تمام لطیف چیزوں کو اللہ نے بے انتہاء طاقتور بنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو وقت حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی حالت میں دیکھا، سر آسمان پر تھا اور پیر زمین پر، ۶۰۰ر پر تھے۔

موجودہ زمانے میں سائنس کی ترقی سے ایک ہی اسٹین گن یا مشین گن، یا ایک چھوٹے سے بم سے اور ہائیڈروجن بم سے لاکھوں انسانوں کو خود ایک انسان موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے، تو سوچئے کہ اللہ نے فرشتہ میں کتنی طاقت رکھی ہوگی، معمولی مچھر سے ملیریا، مکھی سے ہیضہ اور چوہے سے طاعون پھیل کر، یا کورونا جیسی وبائی بیماری سے ہزاروں انسان موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں، سوّر کے گوشت میں جو انڈے ہوتے ہیں ان کے جراثیم سخت آگ پر پکانے کے باوجود نہیں مرتے، انسان جب سور کا گوشت کھاتا ہے تو وہ انسان کے مختلف اعضاء میں پرورش پا کر پلتے ہیں اور نقصان پہنچاتے ہیں، جب دنیا میں خنزیر کے گوشت کے انڈوں کے جراثیم آگ پر نہیں مرتے تو کیا ہم اس مثال سے آخرت میں آگ میں جلنے کے باوجود انسان کے زندہ رہنے کو نہیں سمجھ سکتے؟ بے شک اللہ جس کو جہاں زندہ رکھنا چاہتا ہے رکھتا ہے، اس کی مرضی کے بغیر کسی کو موت نہیں آتی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جانداروں جیسا کوئی جسم تو نہیں مگر وہ نور ہے، ان کو سوچنا چاہئے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں، اللہ کی تو کوئی مثل اور مثال ہی نہیں

ہے، **لیس کمثلہ شئ**۔ پھر وہ نور کا کیسے ہے، البتہ وہ نورانی پردوں میں ہے، جنت میں جنتی جب اس کا دیدار کریں گے تو اس کے دیدار سے جنتیوں کے نور میں اضافہ ہوجائے گا، دنیا میں بھی متقی پرہیز گار لوگ جب عبادات، نماز اور حج ادا کرتے ہیں اور حفظِ قرآن کرنے والوں پر ہلکی نورانیت کی جھلک نظر آتی ہے۔

دنیا میں اللہ کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے کی کسی میں صلاحیت ہی نہیں دی گئی، نور بھی ایک اللہ کی مخلوق ہے، اللہ نے اُسے پیدا کیا، اس میں بھی کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے، وہ غائب ہوجائے تو اندھیرا چھا جاتا ہے، اس میں کمی کا ہونا عیب ہے، یہ جو فرمایا کہ اللہ زمین وآسمان کا نور ہے' اس سے مراد انسان جب اللہ کو پہچان کر اس پر ایمان لاتا ہے تو اندھیروں سے نکل کر ایمان کے نور میں آکر زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کی حقیقت اس ایمان کے نور سے جان لیتا ہے، اور دنیا ہی میں اللہ پر ایمان لانے والوں کے چہروں، جمال داڑھی رکھنے والوں کے چہروں اور غیر ایمان والوں کے چہروں میں نمایاں فرق نظر آتا ہے، جب ایمان والے اللہ کی نافرمانی وگناہ کرتے ہیں تو وہ نور ان کے چہروں سے غائب ہوجاتا ہے۔

دنیا میں انسانوں نے فرشتوں کو بعض ڈراؤنی حالتوں میں دیکھ کر ان کو دیوی دیوتا بناڈالا، اور ان کو خدا کا مقام دے دیا، ان کی عجیب عجیب صورتیں بناڈالی، ان کی عبادت کرتے ہیں، یہ گمراہی ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، مشرکین نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مان کر ان کے بت بنائے تھے۔

☆ اب سوال یہ ہے کہ فرشتوں کو عبادت واطاعت کرنے پر کوئی اجر وثواب کیوں نہیں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہیکہ وہ جو کچھ اطاعت وبندگی کرتے ہیں ان کو نفس نہیں دیا گیا، شر وخیر کی طاقت نہیں دی گئی، ان کو کوئی بھٹکانے اور روکنے والا نہیں، وہ نفس سے مقابلہ کرکے عبادت نہیں کرتے، بس ان کو اللہ کی اطاعت ہی اطاعت، عبادت ہی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا، اس لئے ان کی عبادت پر انہیں انعام وثواب نہیں، ان کے برعکس انسان خیر وشر کی طاقت رکھتا

ہے، نفس رکھتا ہے، نفس پر قابو پا کر شر کو سمجھتے ہوئے خیر اختیار کرنے کے لئے شیطان کو شکست دے کر اللہ کی محبت میں اللہ کی اطاعت کرتا ہے، اس لئے اس کو ثواب وانعام کا وعدہ ہے۔

فرشتوں اور انسانوں میں اللہ نے فضیلت کس چیز پر دی ہے؟ قرآن نے بتلایا کہ فرشتوں کے مقابلے انسانوں کو عبادت کے ساتھ علم حاصل کرنے پر فضیلت دی، فرشتوں میں یہ ظاہر کیا کہ وہ تسبیح اور ذکر میں تو مشغول ضرور رہتے ہیں مگر انسانوں جیسا علم نہیں رکھتے، اللہ کے نزدیک علم کے ساتھ عبادت، اور بُرائی کی طاقت رکھ کر نیکی کرنے پر فضیلت ملتی ہے، قیامت کے وقت وہ تمام فرشتوں کو بھی موت دے دے گا۔

یہ ایک بہت اہم بات بھی ذہن میں رکھئے، اللہ تعالیٰ کائنات کے انتظامات میں کسی کا محتاج نہیں، وہ کسی چیز اور کام کو کرنا چاہتا ہے تو ''کن'' کہتا ہے تو وہ چیز اور کام فرشتوں کے بغیر ہو جاتا ہے، وہ مالک اور حاکمِ کائنات ہونے کے ناطے ہر کام اپنے حکم اور اپنے سامنے کرواتا ہے، وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح حکم دے کر کہیں غائب نہیں ہو جاتا، وہ الشہید ہے، ہر چیز اس کے سامنے موجود رہتی ہے، اس کے اپنے مقام ومرتبہ اور شان کے لحاظ سے اس کو کسی مخلوق کے سامنے آکر ہدایت دینے، جزا یا سزا دینے یا بچانے کی ضرورت نہیں، وہ احکم الحاکمین ہے، تمام حاکموں کا بادشاہ ہے، سارے اس کے غلام اور بندے ہیں، اس نے ہدایت دینے کے لئے وحی، الہام اور القاء کا نظام رکھا، اور پیغمبروں پر بغیر فرشتوں کے بھی وحیٔ قدسی پیغمبروں کے دلوں پر نازل کرتا ہے، جسے ہم حدیث قدسی کہتے ہیں، بلکہ بغیر وحی اور فرشتوں کے خود نبیوں سے کلام بھی کیا ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور کتاب عطا کی، اور اللہ تعالیٰ پیغمبر کو خواب میں بھی وحی کرتا ہے۔

ویسے وہ مخلوقات کو بغیر فرشتوں کے ان کی فطرت میں پیدائش ہی سے ہدایت رکھ کر پیدا کرتا ہے، جن کو حشرات الارض، نباتات، جمادات اور جانوروں میں دیکھ سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اگر عقیدہ ایمان میں فرشتوں پر ایمان لانے کی شرط نہ ہوتی تو قیامت تک لوگ یہ کہتے کہ جب قرآن آسمانی کتاب ہے تو پیغمبر کو کیسے عطا کی گئی؟ فرشتوں سے

واقف نہ ہو کر کہتے کہ شاید پیغمبر نے خود اپنے ذہن سے یہ باتیں بیان کی ہیں، اِسے کتابِ الٰہی نہیں مانتے، ان کو کتاب کے نازل ہونے کی کڑی اور ذریعہ ہی نہیں معلوم ہوتا۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں مشرکین مکہ نے فرشتوں کی حقیقت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے حضور کو جھٹلایا، اور قرآن مجید کو کتاب الٰہی نہیں مانا بلکہ انسانوں کی کتاب کہا۔

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ایمانِ مفصل کے ذریعہ فرشتوں پر ایمان کو زبان سے ادا کر کے ایمان رکھتی ہے، مگر اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے دور ہے، اگر مسلمان فرشتوں پر ایمان میں پختہ اور مضبوط ہو جائیں تو وہ قرآن مجید سے چمٹے رہیں گے، اس لئے مسلمانوں کو یہ تمام مثالیں سمجھا کر فرشتوں پر یقین میں مضبوطی پیدا کیجئے اور ایمان میں شعور دیجئے۔

اللہ تعالیٰ دنیا کے تکوینی نظام میں فرشتوں کو کائنات کے بعض اہم کاموں کی ذمہ داری عطا کیا، مگر بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ کائنات کے تکوینی نظام میں قطب، ابدال اور اولیاء اللہ کو بھی دخل ہے، یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، سوائے فرشتوں کے کسی کو ذمہ داری نہیں دی۔

اللہ تعالیٰ کائنات کے اندر مختلف مخلوقات کی زندگی بغیر فرشتوں کے فطری قانون کے تحت بھی چلاتا ہے، جس کی مثال جانداروں کی آنکھ، کان، ناک، زبان، دل و دماغ اور دوسرے اعضاء کی صلاحیتوں اور پرندوں کے بچے، مثلاً بطخ کے بچے، مگرمچھ کے بچے، سانپ کے بچے، مچھلی کے بچے، مرغی کے بچے، مکھیوں کے بچے، مچھروں اور چیونٹیوں کی نسل وغیرہ انڈوں میں پیدا ہوتے ہی اپنے کام فطری ہدایت پر کرتے رہتے ہیں، بلی کے بچے پیدا ہوتے ہی آنکھ بند رہنے کے باوجود ماں کے دودھ کے نپلوں کو چوستے ہیں، انسان کا بچہ بھی پیدا ہونے کے بعد فطری طور پر ماں کے بدن سے دودھ چوستا ہے، نباتات بھی اللہ تعالیٰ کی فطری ہدایات پر پرورش پاتے رہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆